Courtesy www.pdfbooksfree.pk

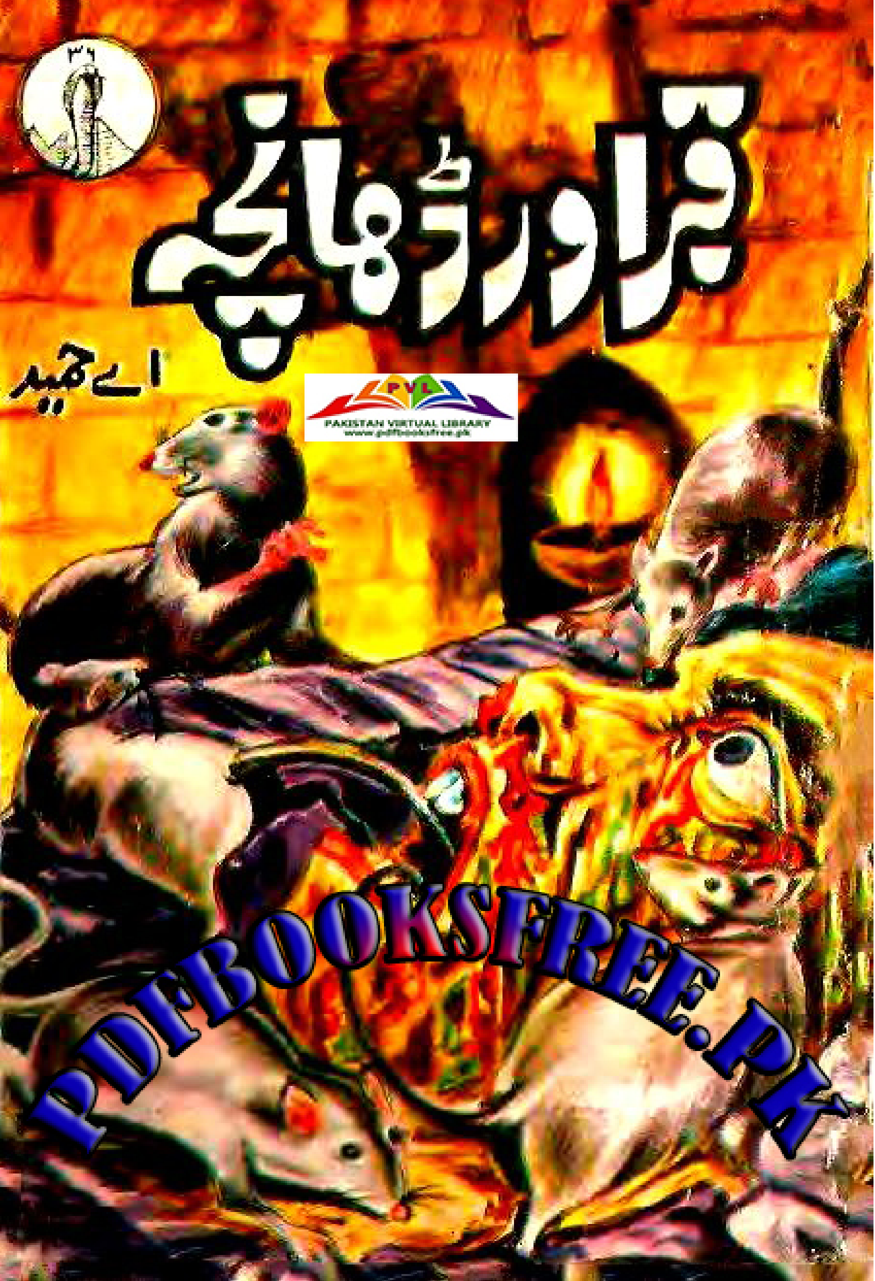

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مکتبہ اقرا

ناگ ماریا ، عنبر کی واپسی

قبر اور ڈھانچہ

اے حمید

پیارے دوستو

عنبر ایک آدم خور قبیلے سے تعلق رکھتا ہے کہ آدم خور سردار ہی اس کا حقیقی باپ ہے اس طرح ماریا بھی پرکاش کو بچانے کی کوشش کرتی ہے اور ناگ ایک پراسرار بچی کا تعاقب کرتا ہے یہ سب آپ ورق الٹ کر پڑھیں گے اور مجھے ایک پیارا سا خط لکھیں گے۔

آپ کا

اے حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

فہرست

- مردہ چور اور حکیم
- شیطان کھوپڑی
- ڈاکوؤں کا جہاز
- قبر اور ڈھانچہ
- کالا جاگیردار
- مادہ بن گئی
- جادو کی تختی
- ناگ کی چالاکی
- طلسمی پتلا اور ڈھانچہ

مُردہ چور اور حکیم

ناگ غوطہ مار کر نیچے آگیا۔ اسے معاملہ کچھ پر اسرار سا لگا تھا وہ بگھی کے اوپر بیٹھ گیا اور گہری سانس لے کر سانپ بن گیا اور بگھی کی چھت سے رینگتا ہوا ایک سوراخ سے اندر آگیا۔ اس نے دیکھا۔ بگھی میں دو لاشیں پڑی ہیں اور ایک کالا ہندو ان کے کفن اتار کر تہہ کر رہا ہے۔

یہ مردے تھے جنہیں قبرستان سے نکال کر لایا گیا تھا۔ بگھی میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی جیسے بہت سی چھپکلیاں اور ٹڈے زخمی پڑے ہوں اور ان کے جسموں سے سڑاند اٹھ رہی ہو۔ کالے مردہ چور نے جیب سے تیز استرا نکالا اور دونوں لاشوں کے سر مونڈ دیئے اور بال ایک رومال میں باندھ کر ایک طرف رکھ دیئے۔

بگھی تیز رفتاری سے سفر کرتی ایک پرانی عمارت میں داخل ہو گئی۔ بگھی کے رُکتے ہی ناگ چھت پر آ کر دوبارہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چڑیا بن گیا تھا۔ دونوں مردے چوروں نے لاشیں اٹھائیں اور اندر چلے گئے۔ ناگ چڑیا کے روپ میں ان کے سروں کے اوپر اڑ رہا تھا۔ وہ ایک پرانے سیلن زدہ کمرے میں آ گئے۔

یہاں ایک بوڑھا حکیم موجود تھا۔ اس کے چاروں طرف رنگ برنگی جڑی بوٹیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس نے مردہ چوروں کو دیکھا تو خوش ہو گیا۔ مردہ چوروں نے دونوں لاشیں سامنے تختے پر ڈال دیں۔ بڈھے حکیم کا منہ بن گیا وہ غصے سے چلایا:

"تم ہمیشہ باسی اور گلی سڑی لاشیں لاتے ہو تازہ مال لایا کرو۔ میں تو تمہیں ان دونوں لاشوں کے عوض سونے کے سکوں کی ایک تھیلی دوں گا ہاں اگر تازہ لاش لاؤ تو ایک لاش کی ایک تھیلی ملے گی۔"

کالے مردہ چور نے کہا:

"حکیم جی۔ فکر ہی نہ کریں۔ کل آپ کو بالکل تازہ لاش ملے گی۔"

بڈھے حکیم نے چڑ کر کہا:

"تم ہر بار یہی کہتے ہو اور اٹھا لاتے ہو۔ یہ گلی سڑی لاشیں۔ مجھے بے وقوف بناتے ہو!"

دوسرا مردہ چور یہ سن کر جلدی سے بولا:

"ارے حکیم۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ لو سنو۔ ہم نے ایک غریب لڑکے کو نوکری دلانے کا جھانسہ دے کر پھنسایا ہے آج شام وہ ہمارے پاس آئے گا اور ہم اسے قتل کر کے آپ کے پاس پہنچا دیں گے۔"

حکیم خوش ہو گیا اس نے کہا:

"شاباش۔ مجھے ایسی ہی تازہ لاشوں کی ضرورت ہے۔ ان کے مغز میری دوائی کو اور مفید بنا دیں گے۔ ارے ایک بار دوائی تیار ہو جائے اسے کھانے سے ہر بڈھا جوان ہو جائے گا پھر میں دونوں ہاتھوں سے دولت کماؤں گا اور امیر بن جاؤں گا۔"

ناگ سارا معاملہ سمجھ گیا تھا۔ یہ بڈھا حکیم ایسی دوائی بنانے کے چکر میں تھا جس سے بڈھے دوبارہ جوان ہو جائیں اور اس مقصد کے لیے وہ مردوں چوروں سے قبرستان سے لاشیں منگوا کر ان کے مغز نکال کر دوائی میں ملا رہا تھا اور اب تو یہ زندہ انسانوں کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ ناگ کو یہ سب قبرستان کے بھوتوں سے بھی گندے اور غلیظ نظر آئے بھوت تو صرف مردوں کو کھاتا ہے اور یہ زندہ انسانوں کو کھانے کی تیاری کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے۔ ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ ان ظالموں کو ہرگز معاف نہ کرے گا۔

مردہ چور اشرفیوں کی تھیلی لے کر باہر نکل آئے۔ ناگ نے سوچا پہلے ان سے نبٹنا چاہیے پھر حکیم کو دیکھ لوں گا وہ چڑیا کے روپ میں آ کر بگھی پر بیٹھ گیا۔ مردہ چور آ گئے اور بگھی چل پڑی۔ مردہ چور سیدھے اپنے مکان پر آ گئے۔ ناگ بھی سانپ بن کر کمرے میں آ گیا اور دیوار سے چمٹ گیا۔

شام ہوئی تو ایک جوان لڑکا آیا۔ مردہ چور تو اسے دیکھتے ہی خوش ہو گئے۔

کالے نے کہا:

"آؤ بھائی۔ تمہارا ہی انتظار تھا۔ ٹھیک تو ہو نا؟"

لڑکے نے بڑے ادب سے کہا:

"بھگوان کی کرپا ہے۔ آپ بتائیے میری نوکری کا کوئی بندوبست ہو گیا ہے؟"

دوسرا مردہ چور بول اٹھا:

"ارے۔ یہ بھی کوئی کام تھا۔ ہم نے شہر کے ایک امیر تاجر سے بات کی ہے۔ تمہیں اس کی دوکان پر کام کرنا ہو گا اور وہ تمہیں ہر مہینے سونے کے پچاس

سکے دیا کرے گا۔"

غریب لڑکا تو خوش ہو گیا۔ اس زمانے میں سونے کے پچاس سکے بڑی اہمیت رکھتے تھے یوں سمجھیں کہ آج کے زمانے کے کئی سو روپے بنتے ہیں۔ لڑکے کی تو باچھیں کھل گئی تھیں۔

اس نے کہا:

"بھائیو! میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اب میں اپنی بیمار ماں کا علاج بھی کرا سکوں گا۔"

مردہ چور مکاری سے بولا:

"بھائی یہ تو ہمارا فرض تھا۔ ارے کلوا اپنے بھائی کے لیے دودھ گرم کر کے لاؤ۔"

لڑکا ان کے اخلاق سے بڑا متاثر ہو رہا تھا اسے کیا پتہ تھا کہ یہ مردہ چور کیا سوچے بیٹھے ہیں۔

اس نے کہا:

"دودھ کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے تو میرا سب سے بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے بھگوان تمہارا بھلا کرے۔"

اتنے میں کلوا دودھ کا کٹورا لے کر آ گیا۔ اس نے دودھ میں بے ہوشی کی دوا ملا دی تھی۔ مردہ چور لڑکے کو بے ہوش کر کے قتل کرنا چاہتے تھے کیوں کہ انہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خدشہ تھا کہ کہیں رکا شور نہ مچا دے۔ لڑکے نے دودھ والا کٹورا لے لیا اور گھونٹ بھرا۔ اسے دودھ کا ذائقہ عجیب سا لگا اس نے کہا:

"بھائی ـــ یہ دودھ خراب لگتا ہے اس کا ذائقہ عجیب سا ہے۔"

کالے مردہ چور نے اپنے ساتھی کلوا کی طرف دیکھا اور جلدی سے کہا:

"یہ گائے کا نہیں بکری کا دودھ ہے اس کا ذائقہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہم نے بھی پیا ہے۔"

لڑکے نے پہلے کبھی بکری کا دودھ نہیں پیا تھا اور اسے ذائقے کا پتہ نہ تھا وہ کٹورے کا سارا دودھ پی گیا اور بولا:

"اچھا بھائیو ـــ اب میں چلتا ہوں تاکہ اپنی ماں کو بھی یہ خوشخبری سنا دوں۔"

کلوے نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا اور بٹھاتے ہوئے کہا:

"اتنی بھی کیا جلدی ہے دو گھڑی ہمارے پاس بیٹھو گپ شپ لگاتے ہیں۔ آخر گھر ہی جانا ہے تمہیں۔"

لڑکا انکار نہ کر سکا۔ بے چارا کس طرح انکار کرتا وہ تو ان مردہ چوروں کو بڑا فرشتہ صفت انسان سمجھ رہا تھا حالاں کہ وہ مکار قاتل تھے۔ کچھ ہی دیر بعد لڑکے کا سر بھاری ہونے لگا۔

اس نے سر تھام کر کہا:

"ارے مجھے یہ کیسے چکر آ رہے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

کلوا اور اس کا ساتھی خوش ہو گئے، کہ بے ہوشی کی دوا نے کام شروع کر دیا ہے۔

کلوا بولا:

"تم چارپائی پر لیٹ جاؤ۔ ابھی ٹھیک ہو جاؤ گے۔ شاباش لیٹ جاؤ۔"

لڑکے کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں اس نے آنکھیں ملتے ہوئے لڑکھڑاتی آواز میں کہا:

"نہیں۔ میں گھر جاؤں گا میری ماں میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ میں نے اسے دوا بھی تو پلانا ہے۔"

کلوے نے قہقہہ لگایا اور بولا:

"بچے جمورے۔ اب تیری ماں ساری زندگی انتظار ہی کرتی رہے گی۔"

لڑکے نے یہ سن کر آنکھیں کھولیں مگر دوسرے ہی لمحے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لہرا کر چارپائی پر گر پڑا وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ کلوا نے جیب سے چھرا نکال لیا اور اسے پتھر کی سل پر رگڑ کر تیز کرتا ہوا بولا :

"اس بار تو سالا حکیم خوش ہو جائے گا۔ ایسی تازہ لاش بھلا اسے کہاں سے مل سکتی ہے"۔

کالے مردہ چور نے ہنس کر کہا :

"یار — یہ طریقہ بڑا آسان ہے۔ قبرستان جانے اور قبر کھودنے کی مصیبت بھی نہیں اٹھانا پڑتی اور پیسے بھی دگنے ملتے ہیں"۔

دونوں نے قہقہے لگائے۔ ناگ اب اور انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ رینگتا ہوا دیوار سے اتر آیا اور کلوے کی طرف بڑھا جو چھرا تیز کر رہا تھا۔ ناگ نے اس کی پنڈلی پر ڈس لیا اور جلدی سے چارپائی کے نیچے چلا گیا۔ ناگ نے کلوے کو اس صفائی سے ڈسا تھا کہ اسے یوں لگا جیسے کسی چیونٹی نے کاٹا ہو۔

چند لمحے بعد کلوے کو اپنے خون کی گردش تیز ہوتی محسوس ہوئی۔ زہر اس کے جسم میں موجود خون میں حل ہوتا جا رہا تھا۔ کلوے کو یوں لگا جیسے اس کی رگوں میں آگ گردش کر رہی ہے۔ اس کے منہ سے بھیانک

چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا پکڑ لیا تھا اسے ایسا لگتا تھا کہ کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہے۔ کالے نے جب اپنے ساتھی کی یہ حالت دیکھی تو گھبرا گیا اور اس پر جھکتا ہوا بولا :

"ارے کلوا۔ کیا ہوا"۔

کلوا تو کچھ بتانے کے قابل ہی نہ رہا تھا۔ وہ مر چکا تھا۔ اس کا بدن نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ ناگ چارپائی کے نیچے سے نکل آیا اور کالے کو ڈسنے کے لیے آگے بڑھا۔ کالے مردہ چور نے اسے دیکھ لیا۔ وہ فوراً ہی اپنے ساتھی کے مرنے کی وجہ سمجھ گیا۔ اس نے چھرا اٹھا کر ناگ کی طرف اچھالا۔ ناگ جلدی سے ایک طرف ہو گیا۔

کالا چارپائی پر چڑھ گیا مگر ناگ اب چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اس نے پھن پھیلا لیا اور چھلانگ لگا کر کالے کے ماتھے پر ڈس لیا۔ کالے نے ایک دلدوز چیخ ماری اور بری طرح اچھلنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی اپنے ساتھی کلوا کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں مردہ چور جہنم رسید ہو گئے تھے۔

ناگ جھٹ سے انسان بن گیا۔ اسے لڑکے پر بڑا رحم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ رہا تھا جو اس قدر غریب تھا کہ اپنی ماں کا علاج بھی نہیں کرا سکتا تھا۔ ناگ نے سوچا اس کی مدد کرنا چاہیے۔ اس نے فوراً ایک سگنل چھوڑا۔ اسے یقین تھا کہ یہ سگنل نزدیکی علاقے میں موجود کسی سانپ کے جسم سے ٹکرائے گا اور وہ آ جائے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ چند مکان چھوڑ کر پیپل کے ایک پرانے درخت کی کھوہ میں ایک پھنیئر سانپ رہتا تھا۔ وہ اس وقت ایک ٹڈے کو کھا رہا تھا۔ جونہی ناگ کا سگنل اس کے جسم سے ٹکرایا اس نے ٹڈے کو سالم ہی نگل لیا اور کھوہ سے باہر نکل کر رینگنے لگا۔ اسے اب ناگ دیوتا کی بُو محسوس ہونے لگی تھی۔

وہ رینگتا ہوا مکان میں آ گیا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ ناگ دیوتا انسانی شکل میں کھڑا ہے۔ اس نے پھن پھیلا کر جھکتے ہوئے سگنل چھوڑا:

"اے ناگ دیوتا۔ نئی زندگی مبارک ہو۔"

ناگ پل بھر کے لیے تو حیران رہ گیا کہ اس سانپ کو کس طرح علم ہوا کہ وہ قتل ہو گیا تھا اور اب دوبارہ زندہ ہوا ہے۔ پوچھنے پر سانپ نے ناگ کو ساری کہانی سنا دی۔ ناگ کو بڑی خوشی ہوئی۔

اس نے کہا:

"اے سانپ۔ یہاں کوئی خفیہ خزانہ ہے جس میں ہیرے جواہرات ہوں؟"

پھنیئر سانپ نے ادب سے کہا:

"ہاں ناگ دیوتا۔ جس پیپل میں میری کھوہ ہے اس کے نیچے ایک خون خوار ڈاکو کا خزانہ دفن ہے اس میں سونے کی اینٹوں کے علاوہ بڑے قیمتی ہیرے ہیں۔"

ناگ بولا:

"ٹھیک ہے۔ تم اس خزانے سے دو ہیرے نکال کر لے آؤ۔"

پھنیئر سانپ نے حکم کی تعمیل کی اور ہیرے لے آیا۔ اب ناگ نے لڑکے کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو وہ ہوش میں آ گیا۔ اس نے اپنا سر تھامتے ہوئے کہا:

"ارے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں کہاں ہوں اور تم کون ہو؟"

ناگ نے کہا:

"خدا کا شکر ادا کرو بھائی۔ جس نے تمہاری جان بچا لی یہ دونوں شخص مردہ چور قاتل ہیں اور تمہیں قتل کر کے تمہاری لاش ایک حکیم کے ہاتھ بیچ دینا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہتے تھے۔

پہلے تو لڑکے کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر وہ ناگ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا:

"تم نے میری ہی جان نہیں بچائی میری بوڑھی ماں کو بھی موت کے منہ سے نکال لیا ہے۔"

ناگ نے لڑکے کو تسلی دے کر ہیرے اس کے حوالے کیے اور کہا:

"ٹھیک ہے اب تم اپنے گھر جاؤ ان ہیروں کو فروخت کر کے کوئی کاروبار کر لینا۔ یہ تمہاری ماں کی دعاؤں کا اثر ہے کہ تم بچ گئے۔ اچھے بچے ہمیشہ اپنی ماں کی خدمت کرتے ہیں اور اس کا کہا مانتے ہیں اور ماں کی دعا ان کے لیے ہر مصیبت کے وقت ڈھال بن جاتی ہے۔"

لڑکا چلا گیا۔ ناگ مکان سے باہر نکل آیا اور بگھی میں سوار ہو کر حکیم کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ دن ڈھل رہا تھا اور ہر طرف ہلکا ہلکا اندھیرا چھانا شروع ہو گیا تھا۔ ناگ نے حکیم کے گھر سے کچھ دور بگھی روکی اور چڑیا کا روپ دھار کر حکیم کے گھر آ گیا۔

بڈھا حکیم اس وقت ایک لاش کو تختے سے باندھے

خنجر سے چیر پھاڑ کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے لاش کے سر پر خنجر سے ایک چرکہ لگایا۔ حکیم نے لاش کے منڈے ہوئے سر پر ایسی بوٹی مل دی تھی کہ خون بہہ نہیں رہا تھا۔ چرکہ لگا کر اس نے کھوپڑی کو آری سے ہولے ہولے چیرنا شروع کر دیا۔

ناگ، چڑیا کی شکل میں روشن دان میں بیٹھا یہ دیکھ رہا تھا۔ وہ سانپ بن کر دیوار پر رینگتا ہوا نیچے آنے لگا۔ بڈھے حکیم نے کھوپڑی کو دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ اب مغز نظر آنے لگا تھا۔ بڈھے حکیم نے ایک پلیٹ میں چمچے سے مغز نکالنا شروع کر دیا۔ وہ بڑا خوش نظر آ رہا تھا۔

ناگ دیوار سے اتر آیا اور زور سے پھنکارا۔ بڈھا حکیم چیخ مار کر اچھل پڑا۔ پلیٹ اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور فرش پر گرتے ہی کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ مغز زمین پر بکھر گیا۔ بڈھے حکیم نے مڑ کر دیکھا۔ کالا سانپ پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ اس کی سرخ مقناطیسی آنکھیں حکیم پر جمی ہوئی تھیں۔

حکیم مغز ضائع ہونے پر غصے میں آ گیا۔

اس نے چلا کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ سانپ کا بچہ کدھر سے آ مرا۔ میرا سارا کام خراب دیا ہے اس نے۔"

حکیم نے آری اٹھا کر ناگ پر پھینکی۔ ناگ اچھل کر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اس نے پھرتی سے آگے بڑھ کر بڑھے حکیم کی ٹانگ پر ڈس لیا۔ ناگ نے حکیم کے جسم میں صرف اتنا زہر انڈیلا کہ وہ بے ہوش ہو جائے۔ سانپ کے ڈستے ہی حکیم کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ ناگ فوراً گہری سانس لے کر انسان بن گیا۔ حکیم نے جب سانپ کو انسان بنتے دیکھا تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

ناگ نے حکیم کو اٹھا کر تختے پر رسیوں سے باندھ دیا اور استرے سے اس کا سر مونڈنے کے بعد پانی کا لوٹا اس پر انڈیل دیا۔ حکیم ہوش میں آ گیا۔ ناگ نے آری اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا:

"جو سلوک تم لاشوں کے ساتھ کرتے تھے۔

اب میں تمہارے ساتھ

کروں گا۔ تمہاری کھوپڑی کاٹ کر مغز کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔"

حکیم گڑگڑانے لگا اس نے روتے ہوئے کہا:

"مجھے معاف کر دو اب میں کوئی بڑا کام نہیں کروں گا اور اچھائی کے راستے پر چلوں گا۔"

ناگ نے کہا:

"کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے دلوں پر کفر کی سیاہی جم جاتی ہے وہ بُرا کام نہیں چھوڑ سکتے۔ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔ تم پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تم جلاد صفت انسان ہو۔"

یہ کہہ کر ناگ نے آری حکیم کے سر پر رکھی۔ لوہے کی ٹھنڈی آری کے دندانوں کا لمس محسوس کر کے حکیم کانپ اٹھا۔ موت اس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی۔ وہ تڑپ کر آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا مگر ناگ نے اسے بڑی مضبوطی سے باندھا تھا ناگ نے آری چلائی۔ دندانے حکیم کی کھوپڑی میں دھنس گئے اور لہو کے فوارے چھوٹ پڑے۔

حکیم کی چیخیں کمرے کو ہلائے دے رہی تھیں۔ گرم خون اس کے چہرے سے ہوتا ہوا گردن تک پہنچ گیا۔ وہ اپنے ہی خون میں نہا رہا تھا۔ ناگ تیزی سے آری چلانے لگا۔ حکیم کی کھوپڑی کٹ گئی۔ درد اور اذیت کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شدت نے حکیم کو باؤلا بنا دیا۔ وہ بڑی طرح مچلنے اور شور مچانے لگا۔

ناگ نے اس کی کھوپڑی کے دونوں ٹکڑے علیحدہ کر دیئے۔ حکیم کے منہ سے آخری دل خراش چیخ نکلی اور وہ مر گیا۔ ناگ نے مغز نکال کر فرش پر پھینک دیا اور گھر سے باہر نکل آیا!!

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

شیطانی کھوپڑی

ناگ کو یہاں چھوڑ کر ہم عنبر کے پاس چلتے ہیں۔

یہ تو آپ گزشتہ قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ جبشی لڑکے جھرو کو دریائی گھوڑوں سے بچانے کے بعد عنبر اس کے ساتھ آدم خوروں کی بستی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ دونوں جنگل کے درختوں اور جھاڑیوں سے گزرتے چلے جا رہے تھے پھر درختوں کے جھنڈ سے نکلتے ہی عنبر کو عجیب شے نظر آئی۔

ایک لمبے بانس پر انسانی کھوپڑی ٹنگی ہوئی تھی۔

جھرو نے کہا:

عنبر بھائی۔ یہاں سے ہمارے قبیلے کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ شیطانی کھوپڑی ہے جسے سردار نے لٹکا رکھا ہے۔

ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ بانس پر ٹنگی کھوپڑی خود بخود ہلنے لگی۔ اس کا منہ عنبر اور جھرو کی طرف ہو گیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فوراً ہی کھوپڑی بانس سے بلند ہو کر فضا میں معلق ہو گئی۔ شیطانی کھوپڑی کے منہ سے لرزہ خیز چیخ نکلی جمرو کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اس نے کانپتے ہوئے کہا:

"اس شیطانی کھوپڑی نے بستی والوں کو ہماری آواز سے باخبر کر دیا ہے۔ اب وہ آتے ہی ہوں گے۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"گھبراؤ مت ننھے دوست۔ میں سب کے دماغ درست کر دوں گا۔"

عنبر نے تو اپنی زندگی میں قسم کی ہزاروں جادوگریاں دیکھی تھیں۔ اس کے لیے کھوپڑی کا ہلنا اور چیخیں مارنا کوئی خاص بات نہ تھی وہ تو ایسی خبیث کھوپڑیاں بھی دیکھ چکا تھا۔ جو انسانی خون پیتی اور گوشت کھاتی تھیں مگر جمرو بری طرح ڈر چکا تھا۔ اس کا پورا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں چیخیں مارتے وحشی آدم خور آپہنچے۔ ان کے رنگ توے کی طرح کالے تھے۔ چہرے بڑے خوفناک تھے، انہوں نے تلواریں، نیزے اور تیر کمان اٹھا رکھے تھے۔ ان کے جسموں پر سوائے لنگوٹی کے کوئی لباس نہ تھا۔ انہوں نے عنبر اور جمرو

کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ سارے وحشی بڑے غور سے جمرو کو دیکھ رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اسے تو "موت کے دریا" میں پھینکا گیا تھا یہ زندہ کیسے بچ گیا۔

عنبر ان کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ یہ تو آپ کو علم ہے کہ عنبر دنیا کی ہر زبان بول اور سمجھ سکتا ہے۔ اس نے کہا:

"یہ تو زندہ بچ گیا مگر تمہارا سردار زندہ نہ بچ سکے گا۔"

ایک جنگلی نے چیخ مار کر تلوار سے عنبر پر حملہ کیا تلوار کا بھرپور وار عنبر کی گردن پر پڑا۔ جنگلی کا خیال تھا کہ عنبر کی گردن کٹ کر پرے جا گرے گی مگر یہاں تو کھٹاک کی آواز کے ساتھ تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ جنگلی نے پاگلوں کی طرح پہلے تلوار کی طرف پھر عنبر کی طرف دیکھا۔

اسی وقت بانس پر ٹنگی شیطانی کھوپڑی نے خون منجمد کر دینے والی ہولناک چیخ مار کر کہا:

"اسے سردار کے پاس لے جاؤ وہ اس سے نپٹ لے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدم خور جنگلیوں نے شیطانی کھوپڑی زندہ باد —— سردار زندہ باد کے نعرے لگائے پھر عنبر اور جمرو کو گھیرے میں لیے اپنی بستی کی طرف روانہ ہو گئے —— دن چڑھ آیا تھا۔ سورج کی کرنیں درختوں کی شاخوں اور پتوں سے ٹکراتی ہوئی نیچے تک آ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ وحشیوں کی بستی میں پہنچ چکے تھے۔ یہ ایک وسیع میدان تھا جس میں گھاس پھونس سے جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔

ایک قیدی ہاتھ آنے کا سن کر ساری بستی امنڈ آئی تھی۔ ننگ دھڑنگ وحشی للچائی نظروں سے عنبر کو دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی انسان نہیں بلکہ "سویٹ ڈش" ہے ویسے یہ تھا بھی درست۔ ان وحشیوں کے نزدیک انسانی خون پینا گوشت کھانا سب سے لذیذ غذا تھی۔

جنگلی اور عنبر اور جمرو کو لیے ایک زمین دوز غار میں داخل ہو گئے۔ یہ غار بڑا کشادہ تھا اس میں دونوں طرف دیواروں میں چراغ پڑے تھے جن میں مگر مچھ کی چربی جل رہی تھی۔ کچھ آگے جا کر غار مڑ گئی۔ یہاں پہنچتے ہی سارے جنگلی ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگنے لگے۔

سامنے ہی آگ کا ایک الاؤ جل رہا تھا۔ اس میں ایک کالا بھجنگ وحشی آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ چہرے پر لاتعداد جھریاں، پوپلا منہ، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ وہ ہڈیوں کا زندہ ڈھانچہ لگتا تھا۔ اس کے چہرے سے شیطانیت اور خباثت ٹپک رہی تھی۔ سارے وحشی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے تھے۔

عنبر تن کر کھڑا ہو گیا۔ ایک بات اسے چکرائے دے رہی تھی کہ آگ میں یہ شیطان سردار زندہ کس طرح ہے آگ اس پر اثر کیوں نہیں کرتی۔ اگر یہ جادوگر ہے تو بھی آگ کسی جادو کے اثر میں نہیں آتی۔ اس کا کام جلانا ہے اور وہ جلا دیتی ہے۔ سردار نے اپنی لال لال آنکھوں سے عنبر کو گھورا اور کہا:

"اسے قید میں ڈال دیا جائے آج دوپہر کو اسے کڑاہی میں اُبال کر کھا لیا جائے گا۔ اور یہ لڑکا اسے بھی ساتھ ہی اُبالا جائے گا۔ جاؤ ان دونوں کو کوٹھڑی میں پھینک دو اور ان کی نگرانی کرو۔"

وحشی اٹھ کھڑے ہوئے عنبر کو نیزوں سے ٹہوکے دیتے ہوئے وہ غار سے باہر لے آئے۔ عنبر کچھ سوچ کر خاموش رہا۔ آدم خور وحشیوں نے اسے رسیوں سے جکڑ کر ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوٹھڑی میں پھینک دیا۔ جمرو کو دوسری جھونپڑی میں قید کیا گیا تھا۔

عنبر نے آنکھیں بند کر کے طلالہ کی روح کو پکارا۔

ہمارا یہ سلسلہ پڑھنے والے بچے جانتے ہیں کہ طلالہ عنبر کی ساتھی تھی اور پانچ ہزار سال پہلے اس نے عنبر پر موت حرام کر دی تھی اور اسے ہمیشہ کی زندگی دی تھی۔ آج عنبر نے کئی برس بعد طلالہ دیوی کو آواز دی تھی۔

چند لمحے بعد کوٹھڑی میں خوشبو پھیل گئی۔ یہ خوشبو ایسی تھی جیسے گلاب کے پھولوں کا ڈھیر رکھ دیا گیا ہو۔ خوشبو سے عنبر سمجھ گیا کہ طلالہ دیوی کی روح آ گئی ہے۔ عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے دیوار پر روشنی کا ایک دائرہ سا بن گیا تھا اور اس میں طلالہ دیوی کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

اس نے کہا:

"عنبر۔ کیا حال ہے تاریخ میں واپسی کا سفر تمہیں کیسے لگ رہا ہے؟"

عنبر بولا:

"پہلے سفر سے بھی زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز۔"

طلالہ دیوی نے ہنس کر کہا:

"مجھے کس طرح تم نے یاد کیا ہے۔ میں اپنے تابوت میں سو رہی تھی کہ تمہارے پکارنے نے جگا دیا۔"

عنبر نے اسے شیطان سردار کے بارے میں بتایا تو طلالہ دیوی نے کہا:

"وہ ایک جادوگر حکیم ہے۔ اس نے جنگل میں پائی جانے والی بعض نایاب جڑی بوٹیوں کی مدد سے ایسا تیل بنا لیا ہے جسے مالش کر لینے سے آگ اثر نہیں کرتی۔"

عنبر نے کہا:

"طلالہ دیوی۔ کیا تم یہ تیل غائب کر کے اس کی جگہ عام تیل رکھ سکتی ہو؟"

طلالہ کی روح بولی:

"یہ تو میرے لیے معمولی بات ہے۔ میں ابھی یہ کام کیے دیتی ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔"

طلالہ کی روح چلی گئی۔

دوپہر ہوئی تو کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور عنبر کو باہر نکال لیا گیا۔ سارے وحشی گول دائرے کی شکل میں جمع ہو چکے تھے۔ وہ اپنے حلقوں سے عجیب و غریب آوازیں نکالنے لگے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے۔ عنبر کو ایک درخت سے باندھ دیا گیا۔ جمرو بھی اس کے ساتھ ہی بندھا ہوا تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے کئی وحشی ایک بڑی آہنی کڑاہی اٹھا کر لائے اور آگ کے الاؤ پر رکھ کر اس میں تیل ڈال دیا۔ کچھ ہی دیر بعد تیل کھولنے لگا۔

وحشی آدم خور لال لال زبانیں اور پیلے دانت نکال کر عنبر کی طرف دیکھ رہے تھے پھر سب وحشی سجدے میں گر گئے۔ زمین دوز غار سے شیطان سردار کی سواری برآمد ہو رہی تھی۔ شیطان سردار ایک تخت پر بیٹھا تھا۔ جسے چار قوی ہیکل وحشیوں نے چاروں کونوں سے اٹھا رکھا تھا۔ سردار کے کندھے پر ایک عقاب بیٹھا تھا۔ سردار نے ہاتھ میں مردہ چمگادڑ کی کھوپڑی پکڑ رکھی تھی۔ جسے وہ بار بار اچھال رہا تھا۔

سردار کا تخت ایک طرف رکھ دیا گیا۔ سردار نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"آگ کے پجاریو۔ اُٹھ جاؤ اور اگنی دیوتا کا شکر ادا کرو جس نے ہمیں دو شکار عنایت کیے:"

آدم خور وحشی سجدے سے اٹھ گئے اور چیخیں مارتے ہوئے ناچنے لگے۔ سردار نے کندھے پر بیٹھے عقاب کو

پکڑ کر فضا میں اچھالا اور چیخا:

"جشن شروع کیا جائے ——" فوراً ہی مجمع سے دو وحشی باہر نکلے ان کے گلوں میں ڈھول پڑے ہوئے تھے۔ پھر ڈھول پر پہلی چوٹ پڑی اور سارے وحشی دھیمے دھیمے ناچنے لگے۔ بھڑکتے الاؤ کے شعلے بلند ہوتے رہے۔ لکڑیاں چٹخ چٹخ کر انگاروں میں بدلتی رہیں اور کڑاہی میں موجود تیل کھولتا رہا پھر یہ رقص اس وقت بند ہوا جب سردار نے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھائے۔

ڈھول پر آخری ضرب پڑی۔

ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ سارے وحشی خاموش کھڑے تھے۔ سردار نے کمر سے بندھا خنجر کھول کر پاس کھڑے وحشی کی طرف اُچھالا۔ وحشی نے اسے فضا میں ہی دبوچ لیا۔ سردار نے کہا:

"ایک پیالے میں اس انسان کا خون بھر کر ہمیں پیش کیا جائے پھر اسے کڑاہی میں ڈال کر اُبال دیا جائے۔"

وحشی خنجر لہراتا آگے بڑھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں پیالہ تھا جو اس نے تخت سے اُٹھایا تھا۔ عنبر کے پاس آ کر اس نے چیخ مار کر خنجر اس کی گردن پر مارا۔ خنجر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سارے وحشی چونک پڑے۔ سردار بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگے کو جھک آیا۔ یہ تو انہونی بات تھی۔ عنبر ان کی حیرت پر مسکرا رہا تھا۔

سردار تخت سے اترا اس نے دوسرا خنجر نکال لیا تھا۔ اس نے خود آکر وار کیا مگر نتیجہ وہی تھا۔ اب عنبر نے زور لگا کر رسیاں توڑ ڈالیں اور مسکرا کر بولا:

"تم مجھے ہلاک نہ کر سکو گے بجو کی شکل والے احمق انسان"

سردار نے چلا کر کہا:

"آگ کے پجاریو۔ اس پر ٹوٹ پڑو اور اسے ختم کر دو"

سارے وحشی نیزے، تلواریں، خنجر لیے عنبر پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے عنبر کو زمین پر گرا لیا تھا اور اس طرح مسلسل وار کر رہے تھے جیسے قیمہ بنا کر چھوڑیں گے۔ جمرو نے یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والا منظر دیکھ کر آنکھیں بند کر لی تھیں اور وہ بری طرح لرز رہا تھا۔

آدم خور وحشی پہلے تو پاگلوں کی طرح وار کرتے رہے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ عنبر کو ایک خراش تک نہیں آئی تو وہ گھبرا گئے۔ سردار بھی سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیسا انسان ہے جس پر کلہاڑیاں، تلواریں اور خنجر

برسائے گئے مگر یہ پھر بھی زندہ ہے:

عنبر نے زمین سے اٹھ کر کہا:

"قبرستان کے گندے بڈھے۔ تم میں سے کوئی مجھے نہ مار سکے گا۔ میں لافانی ہوں:

سارے وحشی، سردار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سردار کی عزت کا معاملہ تھا۔ سردار عنبر کی اس طاقت سے ڈر گیا تھا مگر بڑا چالاک تھا بولا:

"اے انسان — تو ضرور جادوگر ہے مگر میں تم سے بھی بڑا جادوگر ہوں مجھے آگ نہیں جلا سکتی جب کہ تجھے آگ بھسم کر دے گی۔ خشک لکڑی کی مانند جلا ڈالے گی:

عنبر سمجھ گیا کہ سردار کیا چال چل رہا ہے وہ بولا:

"ٹھیک ہے ہم دونوں آگ میں بیٹھیں گے جو بچ گیا وہ سردار مانا جائے گا۔"

میدان میں لکڑیوں کا ایک بڑا الاؤ چن دیا گیا۔ اس پر رال چھڑکائی گئی۔ پھر عنبر اور سردار اس الاؤ پر بیٹھے اور ایک وحشی جلتی ہوئی لکڑی لے کر اس طرف آنے لگا۔ سردار مطمئن تھا کہ اس نے خاص تیل کی مالش کر رکھی ہے۔ اس لیے آگ اسے نہیں جلائے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وحشی نے لکڑیوں کو آگ لگا دی۔ لکڑیاں بھڑک اٹھیں۔ وحشی سردار کے حلق سے دل خراش چیخ نکلی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آگ اسے جلا ڈالے گی۔ بدبخت جس تیل کی مالش کر کے اکڑتا پھرتا تھا وہ تیل تو طلالہ دیوی نے غائب کر دیا تھا۔

سردار الاؤ سے بھاگنے لگا مگر عنبر نے اسے دبوچ لیا اور بولا:

"اب کدھر جاتے ہو سردار جی۔ تمہیں تو آگ نہیں جلاتی پھر چیخیں کیا تمہارا باپ مار رہا ہے؟"

سردار ایسی چیخیں مار رہا تھا کہ وحشیوں کے دل دہل رہے تھے عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا:

"ہور سناؤ سردار جی کی حال چال اے — بجو کی شکل والے تو انسانوں کو کڑاہی میں ابال کر ان کا سوپ بنا کر پیتا تھا آج تیرا کباب بن رہا ہے تو چلا کیوں رہا ہے جو جیسا کرتا ہے وہ بھرتا ہے۔"

شیطان سردار مر گیا۔ اس کا جسم سیاہی مائل کوئلے میں بدل چکا تھا فضا میں چربی کی بو پھیل چکی تھی۔ عنبر الاؤ سے باہر نکل آیا۔ سارے وحشی سجدے میں گر گئے اور گڑگڑانے لگے۔

عنبر نے کہا:

"او بے وقوفو۔ تمہارا سردار جھوٹا تھا وہ مر گیا۔ میں سمندر دیوتا ہوں۔ خبردار اب اگر تم نے کسی انسان کو کھایا ورنہ میں طوفان بن کر اس جزیرے کو ڈبو دوں گا۔"

وحشی تو کانپ اٹھے اور چلائے:

"اے سمندر دیوتا — ہم تمہیں پہچان نہ سکے۔ ہم سے بھول ہوئی۔ ہمیں معاف کر دو۔ ہم پر اپنا عذاب نازل نہ کرو۔"

عنبر نے گرج دار آواز میں کہا:

"اٹھو اور کان کھول کر سنو۔ آج کے بعد تم دریائی گھوڑوں کو قربانی نہیں دو گے اور نہ ہی انسانوں کا گوشت کھاؤ گے۔"

سارے وحشیوں نے یک زبان ہو کر کہا:

"اے دیوتا۔ تیرے حکم کی حرف بحرف تعمیل ہو گی بس ہمیں معافی دے دے۔"

وہ دن عنبر نے وحشیوں کی بستی میں گزارا۔ اگلے دن عنبر نے ان سے اجازت لی اور چل دیا۔ اس نے معلوم کر لیا تھا کہ وحشیوں نے بڑے درختوں کے تنوں کو درمیان سے کھوکھلا کر کے کشتیاں بنا رکھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں اور یہ سمندر کے کنارے ساحل پر پڑی رہتی ہیں۔ عنبر نے ایک کشتی کھینچ کر سمندر میں ڈالی اور اچک کر اس میں بیٹھ گیا۔ کشتی ساحل سے پرے ہٹنے لگی اور ہوا کے رُخ پر بہنے لگی۔ جزیرہ لمحہ بہ لمحہ دُور ہوتا جا رہا تھا!!

◎

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ڈاکوؤں کا جہاز

کشتی لہروں پر بہتی چلی جا رہی تھی۔

عنبر بڑے آرام سے کشتی میں لیٹا ہوا تھا۔ عنبر کو ناگ اور ماریا کی یاد بڑی طرح ستا رہی تھی اسے کچھ خبر نہ تھی کہ دونوں کس حال میں ہیں۔ سورج کا چمکدار گولا سفر کرتا ہوا مغرب میں جھکنے لگا تھا۔ دھوپ کا رنگ سنہری پڑ گیا تھا اور شام کے دھندلکے سائے چھانے لگے تھے۔

سورج غروب ہو گیا۔ رات کی تاریکی نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آسمان پر چاند اور ستارے چمکنے لگے کبھی کبھی آوارہ بادل کا کوئی ٹکڑا چاند کے آگے آ جاتا تو اس کی روشنی چند لمحوں کے لیے ختم ہو جاتی مگر کچھ ہی دیر بعد بادل کا ٹکڑا ہٹتے ہی چاند نئی آن بان سے چمکنے لگتا۔

عنبر نے سوچا نیک انسان کی مثال بھی ایسی ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک انسان کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور لوگ اسے بُرا سمجھنے لگتے ہیں لیکن وہ دن بھی آتا ہے جب لوگوں کی نظروں کے آگے سے پردہ ہٹ جاتا ہے۔ پھر نیک انسان کی عزت پہلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

سمندر بڑی خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ رات گزر گئی اور دن چڑھ آیا۔ عنبر کو بھوک پیاس تو لگتی نہیں تھی۔ ایک دن اور بیت گیا۔ اگلے دن عنبر کشتی میں بیٹھا تھا کہ اسے دور بحری جہاز نظر آیا۔ ہوا کا رخ بھی بحری جہاز کی طرف تھا اس لیے کشتی تیزی سے جہاز کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔

جہاز والوں نے بھی کشتی دیکھ لی تھی۔ یہ بحری ڈاکوؤں کا جہاز تھا۔ یہ بڑے قاتل قسم کے ڈاکو تھے۔ یہ مسافر جہاز لوٹنے کے علاوہ جوان مسافروں کو غلام بنا لیتے تھے اور انہیں منڈی میں فروخت کرتے تھے۔ عنبر نے جہاز کے اوپر ڈاکوؤں کے مخصوص نشان انسانی کھوپڑی والا جھنڈا دیکھ لیا تھا۔ یہ خونی جہاز موت کا نشان سمجھا جاتا تھا۔

ڈاکوؤں کا سردار ایک لنگڑا ڈاکو تھا۔ جو خود کو

"سی لائن" کہلاتا تھا۔ یہ بے حد ظالم اور خون خوار انسان تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں سینکڑوں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگے تھے۔ جو بھی غلام یا لونڈی اس کا کہا ماننے سے انکار کرتے۔ سی لائن اسے جہاز کے مستول سے باندھ کر پھانسی دے دیتا تھا۔ لنگڑا سردار بھی جہاز کے عرشے پر آ کھڑا ہوا تھا اور کشتی کو دیکھ رہا تھا۔

کشتی اب نزدیک ہی آ چکی تھی۔ عنبر نظر آ رہا تھا۔ ایک جوان آدمی کو دیکھ کر لنگڑا سی لائن خوش ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا:

"رسّہ پھینک دو، خاصا صحت مند شکار ہے"

رسّہ لٹکا دیا گیا۔ عنبر رسّے کی مدد سے جہاز پر آ گیا۔ لنگڑے سردار نے عنبر کا جسم ٹٹولا اور قہقہہ لگا کر بولا:

"منڈی میں اچھے دام لگیں گے۔ لے جاؤ اور قیدیوں والی کوٹھڑی میں بند کر دو۔"

آناً فاناً ڈاکوؤں نے عنبر کو رسیوں سے جکڑ دیا۔ جہاز کے پچھلے حصے میں سلاخوں کا ایک بڑا پنجرہ بنا ہوا تھا۔ اس پنجرے میں غلام بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھنسے ہوتے تھے۔ پنجرے کے پاس ہی ایک موٹا تازہ حبشی تھا۔ اس نے ہاتھ میں خنجر پکڑ رکھا تھا اور اپنی بڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑی خوفناک مونچھوں کو مروڑ رہا تھا۔ عنبر کو اس موٹے ملاح کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ موٹے نے اسے گھورتے ہوئے کہا:

"ابے او کالے ٹٹو۔۔۔ میں قید خانے کا انچارج ہوں اور صرف "جی جناب" کہنے والے کو پسند کرتا ہوں۔ اگر ہنٹر سے اپنی کھال نہیں اتروانا چاہتے" تو جو حکم دوں بلا چوں چراں کیے پورا کرنا:

عنبر نے عاجزی سے کہا:

"بہتر پہلوان جی۔ میں تو بڑا شریف قسم کا آدمی ہوں"

موٹے نے تھوک کر شرافت کی شان میں نہایت غیر شریف قسم کی موٹی گالی پڑھی۔ عنبر کو بھی پنجرے میں داخل کر دیا گیا۔ قیدیوں میں اکثریت نوجوانوں کی تھی مگر ان کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے عنبر ایک طرف بیٹھ گیا۔ شام ہوئی تو غلاموں میں کھانا تقسیم کیا گیا سوکھی روٹیاں اور پتلی دال۔

عنبر کو بھوک تو لگی نہیں تھی اس نے کھانا نہ کھایا اس بات کی خبر جب موٹے کو ہوئی تو وہ پنجرے میں آ گیا۔ اس نے گرجتے ہوئے ہنٹر گھما کر عنبر کو مارا اور کہا:

"نواب کی اولاد۔ تیرے لیے کیا مرغ مسلم لایا جائے تیرا تو باپ بھی یہی کھانا کھائے گا"

عنبر اچھل کر کھڑا ہو گیا اپنے باپ کے بارے میں وہ بڑی بات نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ موٹے نے ہنٹر گھما کر اسے مارنا چاہا تو عنبر نے ہنٹر پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا۔ موٹا اوندھے منہ نیچے گرا۔ عنبر نے اس کے منہ پر ٹھڈا مارتے ہوئے کہا:

"موٹے سؤر۔۔۔ اب تیرا گوشت سمندر کی مچھلیاں اور مگرمچھ کھائیں گے۔ تیرے دن پورے ہو گئے"

دوسرے ڈاکوؤں نے جب یہ دیکھا عنبر کو دبوچ لیا اور لنگڑے سردار کے پاس لے گئے۔ لنگڑا تو غصے سے پاگل ہو گیا۔

اس نے چیخ کر کہا:

"یہ کالا قیدیوں میں بغاوت پھیلانا چاہتا ہے۔ پھانسی کا رسہ تیار کرو اور اسے لٹکا دو"

یہ کہہ لنگڑے نے ہنٹر سے عنبر کو پیٹنا شروع کر دیا عنبر بڑے مزے سے بیٹھا مسکراتا رہا۔ عنبر کی مسکراہٹ نے جلتی پر تیل والا کام کیا۔ لنگڑا سردار پوری طاقت سے ہنٹر برسانے لگا۔ وہ دل میں حیران ہو رہا تھا کہ یہ کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شخص ہے جس پہ مار کھا کر بھی اثر نہیں ہوتا۔

اس دوران میں ڈاکوؤں نے پھانسی کا پھندا تیار کر دیا تھا۔ انہوں نے پھندہ عنبر کے گلے میں ڈال کر کھینچ دیا۔ عنبر مستول کے ساتھ لٹکنے لگا۔

لنگڑے سردار نے کہا:

"کچھ ہی دیر میں یہ مر جائے گا پھر اس کی لاش لٹکتی لٹکتی گل سڑ جائے گی۔"

عنبر نے اوپر سے ہانک لگائی:

"او الو کے پٹھے لنگڑے۔ تم شیر نہیں گیدڑ ہو۔"

لنگڑے نے نیچے سے گالیاں بکنا شروع کر دیں اور پاؤں پٹختا ہوا اپنے کیبن میں چلا گیا۔ رات کا اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ ٹھنڈی اور نم آلود ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔ عنبر مستول سے لٹکتا ہوا یوں ہل رہا تھا جیسے کلاک میں پنڈولم حرکت کرتا ہے۔

رات آہستہ آہستہ بیتتی رہی۔ آدھی رات کے وقت عنبر نے دیکھا کہ تمام بحری ڈاکو سو رہے ہیں۔ جہاز چلانے والے ملاح بھی اونگھ رہے تھے۔ جہاز ہوا کے رخ پہ بہہ رہا تھا۔ عنبر کے کام کا وقت آ پہنچا تھا۔ اس نے جھولا لے کر مستول کو پکڑ لیا اور گردن کو

جھٹکا دیا۔

رسیاں ٹوٹنے سے تڑاخ کی اونچی آواز پیدا ہوئی۔ عنبر مستول سے نیچے اتر آیا اور سیدھا قیدیوں والے پنجرے کی طرف بڑھا۔ موٹا ڈاکو فرش پر پڑا سو رہا تھا۔ اس کے خراٹے گونج رہے تھے پھر موٹے کو یہ حسرت ہی رہی کہ وہ جاگ سکتا۔ عنبر کے آہنی ہاتھوں نے اس کی گردن دبوچ کر دبا دی۔ موٹے کی آنکھیں اور زبان باہر نکل آئی اور وہ مر گیا۔

عنبر نے پنجرے کا دروازہ کھول کر قیدیوں کو جگایا اور کہا:

"ہوشیار ہو جاؤ۔ آزاد ہونے کا وقت آ گیا ہے تم میں سے چند بہادر میرے ساتھ آئیں تاکہ اسلحہ خانے سے ہتھیار لے سکیں پھر ان ظالم ڈاکوؤں سے مقابلہ کیا جائے گا۔"

غلام تو پہلے ہی ڈاکوؤں کے ظلم و ستم سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ عنبر نے چند نوجوانوں کو ساتھ لیا اور اسلحہ خانے کی طرف چل دیا۔ اسلحہ خانے کے دروازے پر دو ڈاکو پہرہ دے رہے تھے یہ کم بخت جاگ رہے تھے۔ عنبر کو دیکھ کر حیرت سے ان کی چیخیں نکل گئیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر اس سے پہلے کہ وہ حیرت سے سنبھلتے عنبر نے ان کی گردنیں دبوچ کر کھوپڑیاں آپس میں ٹکرا دیں — کھوپڑیاں تربوز کی طرح پھٹ گئیں اور بھیجہ باہر نکل آیا۔

اسلحہ خانے میں تلواریں، نیزے، خنجر تیر کمان بھرے پڑے تھے۔ عنبر اور نوجوانوں نے اسلحہ اپنے ساتھیوں کو پہنچانا شروع کیا۔ سارے غلام مسلح ہو گئے تھے۔ اب کیا تھا غلاموں نے سوئے ہوئے ڈاکوؤں پر حملہ کر دیا۔ ڈاکو وحشت زدہ انداز میں ہڑبڑا کر اٹھے۔ غلاموں نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کردیا۔

جہاز پر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہر طرف سے چیخیں ابھر رہی تھیں۔ ہر غلام عفریت بن گیا تھا۔ ان کی تلواروں سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ لباس سرخ ہو گئے تھے۔ وہ جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ زخمی ہو رہے تھے لیکن زخموں کی پروا کیے بغیر ڈاکوؤں کو قتل کرتے جا رہے تھے۔ ان کے جسموں سے خون اس طرح بہہ رہا تھا جیسے وہ خون کے سمندر میں غوطے لگا کر آئے ہوں۔

عنبر کی تلوار بھی بجلی کی طرح چمک رہی تھی جو ڈاکو

سامنے آتا۔ اگلے ہی لمحے اس کا لاشہ پھڑک رہا ہوتا تھا۔ عنبر لنگڑے سردار کے کیبن کے پاس پہنچ چکا تھا۔ لنگڑے سردار کو غلاموں کی بغاوت کا علم ہو گیا تھا اور وہ ساری دولت ایک صندوق میں بند کر رہا تھا تاکہ پیچھے سے جہاز کے ساتھ بندھی کشتی میں بیٹھ کر فرار ہو جائے۔

اس نے کیبن کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ عنبر نے دروازے پر پوری طاقت سے لات ماری۔ عنبر کی تاریخی طاقت نے دروازے کے پرخچے اڑا دیئے۔ لنگڑے سی ادن نے عنبر کو اپنے سامنے دیکھا تو دہشت سے اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔ اس نے تو عنبر کو اپنے سامنے پھانسی پر لٹکوایا تھا مگر — عنبر زندہ تھا اور مجسم موت بنا اس کے سامنے کھڑا تھا۔ لنگڑے سردار کا رنگ فق ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ عنبر نے خون سے لتھڑی تلوار لہراتے ہوئے کہا:

"گیدڑ کی اولاد — بڑا شیر بنا پھرتا تھا۔ اب تیری بہادری کہاں گئی"۔

لنگڑے نے خوف زدہ لہجے میں کہا:

"نہیں — نہیں مجھے مت مارنا۔ ساری دولت لے لو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر میری زندگی بخش دو۔ مجھے معاف کر دو۔"

اسی وقت ایک ڈاکو کیبن میں داخل ہوا۔ عنبر کی پشت اس طرف تھی۔ اس لیے عنبر اسے نہ دیکھ سکا۔ سردار نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ حملہ کر دے۔ ڈاکو نے تلوار گھما کر ماری۔ کہ گردن کٹ کر پرے جا گرے گی اور خون کے فوارے ابل پڑیں گے لیکن اس کی چمکیلی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی تھی۔

عنبر نے مڑ کر ڈاکو کی گردن پر مکا مارا۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز صاف سنائی تھی۔ ڈاکو کے منہ سے خون کی پھوار نکل پڑی اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ لنگڑا سردار تو اب تھر تھر کانپ رہا تھا۔ عنبر نے اسے باندھ کر ایک طرف ڈال دیا۔ وہ اس ظالم انسان کو عبرتناک سزا دینا چاہتا تھا۔

ادھر غلام ڈاکوؤں کا قتل عام ختم کر چکے تھے۔ جہاز پر ہر طرف لاشیں اور خون بکھرا پڑا تھا۔ سارے غلام خوشی سے ناچ رہے تھے۔ انہوں نے عنبر کو کندھوں پر اٹھا لیا اور نعرے لگانے لگے۔ کچھ دیر بعد یہ ہنگامہ ختم ہوا تو ساری لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ خون کی بُو پا کر آدم خور مچھلیاں سطح آب پر آ گئیں اور

لاشوں کو ہڑپ کرنے لگیں۔

اب عنبر نے لنگڑے سردار کو عرشے کے درمیان میں ڈال کر کوڑا سنبھال لیا۔ سارے غلام لنگڑے سے نفرت کرتے تھے۔ وہ ان پر ظلم کیا کرتا تھا مگر آج شکاری، خود شکار بن گیا تھا۔ شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ کوڑا لنگڑے کے جسم پر پڑا۔ لنگڑے کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ اسے اپنے کیے کی سزا مل رہی تھی۔ اس کے بعد عنبر نے مستول کے ساتھ پھانسی کا پھندا بنوایا اور لنگڑے سردار کے گلے میں ڈال دیا۔

لنگڑا منت سماجت کر رہا تھا رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"بدبخت ــــ وہ وقت یاد کر جب تُو نے مجھے اس پھانسی کے پھندے سے لٹکایا تھا۔ تو نے مجھے اپنی طرف سے مار دیا تھا۔ اگر مجھ میں پر اسرار قوتیں نہ ہوتیں تو میں مر چکا ہوتا۔ اس وقت تجھے رحم نہیں آیا تھا اب کس منہ سے رحم چاہتا ہے جو کیا تھا۔ اسے تو کاٹنا ہی پڑے گا۔"

رسہ کھینچ دیا گیا۔ پھندہ لنگڑے کے گلے میں کس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ اس کے حلق سے دلدوز چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ بڑی طرح تڑپتا ہوا مر گیا۔ جہاز پر اب غلاموں کی حکمرانی تھی۔ سفر کرتا جہاز امریکہ پہنچ گیا۔ عنبر امریکہ کے ساحل پر اتر گیا جب کہ غلام اپنے ملک مصر واپس جانا چاہتے تھے۔

عنبر شہر میں آ گیا اور ادھر ادھر گھومنے لگا۔ ہم آپ کو یہ بتا دیں کہ آج کا امریکہ نہیں تھا۔ اس وقت ہر طرف طاقت کا قانون رائج تھا۔ امریکی کاؤ بوائے تنگ پتلونیں اور جیکٹیں پہنے گھوم رہے تھے۔ ان کی کمر کے گرد بندھی بیلٹوں سے پستول لٹکے رہتے تھے۔ یہ کاؤ بوائے بات بات پر پستول نکال لیتے اور دھڑا دھڑ گولیاں برسانے لگتے۔ یہ بڑے مانے ہوئے گھڑسوار ہوتے تھے اور گھوڑے لے کر پہاڑوں پر بھی چڑھ جاتے تھے اور خون بہانا ان کا دل پسند مشغلہ ہوتا تھا۔

عنبر اس وقت مصری لباس میں تھا جو اس نے جہاز پر ایک غلام سے لیا تھا۔ اس کے پاس سونے کے بہت سے سکے تھے۔ اس نے سوچا کسی ہوٹل میں ٹھہر کر نہانا اور لباس بدلنا چاہیے۔ پاس ہی ایک ہوٹل تھا۔ عنبر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ اس وقت بجلی

تو ایجاد ہوئی نہیں تھی۔ ہوٹل میں چربی والے دیئے جل رہے تھے۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ جس میں میز اور کرسیاں پڑی تھیں۔ کاؤ بوائے امریکی کھانا کھاتے ہوئے قہقہے لگا رہے تھے اور آپس میں مذاق کر رہے تھے۔ عنبر ایک طرف بیٹھ گیا اور ملازم کو کھانا لانے کا کہا۔ اس کے ساتھ والی میز پر ایک بدمعاش امریکی اپنے دوست کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بھینسے کی طرح ہٹا کٹا تھا گردن سؤر جیسی اور سر تربوز جتنا تھا اس کا نام ڈیوڈ تھا۔

ڈیوڈ نے عنبر کو دیکھا تو بوٹ کی نوک سے میز پر ٹھوکر مار کر بولا:

"کالے آدمی۔ کہاں سے آئے ہو؟"

یہ کہہ کر ڈیوڈ نے اپنی پلیٹ سے گوشت کی ہڈی اٹھا کر عنبر کی میز پر پھینکی اور قہقہہ لگا کر کہا:

"اسے کھاؤ اور جان بناؤ۔ کیا یاد کرو گے۔"

عنبر کو غصہ تو آیا مگر وہ خواہ مخواہ کسی سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ ادھر امریکی بدمعاش بکواس کرنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنی میز سے اٹھ کر عنبر کی میز پر آ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبر اور ڈھانچہ

امریکی بدمعاش نے کرسی کو ٹھوکر مار کر کہا:

"کالے آدمی۔ تیرے منہ میں زبان نہیں ہے کیا۔ بولتا ہی نہیں۔"

عنبر نے غصہ پیتے ہوئے کہا:

"بھائی۔ میں یہاں پردیسی ہوں۔ مصر سے آیا ہوں۔ تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ مجھے تنگ مت کرو۔"

امریکی بدمعاش ڈیوڈ نے قہقہہ لگایا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر چلایا:

"دوستو۔ کچھ سنا تم نے۔ یہ کالا مجھے اپنا بھائی کہتا ہے ہا ہا ہا۔ شکل دیکھو ذرا اس کی۔"

سارے کاؤ بوائے ہنسنے لگے۔ ہوٹل کا مالک بھی قہقہے لگا رہا تھا۔ بدمعاش ڈیوڈ نے عنبر کے منہ پر زور سے مکہ مارا۔ عنبر کی کرسی الٹ گئی اور وہ گر پڑا۔ گرنے سے اس کی جیب میں سے سونے کے سکے نکل کر زمین

پر پھیل گئے۔ امریکی بدمعاش نے جب سونے کے سکے دیکھے تو خوشی سے ناچنے لگا اور بولا:

"یہ کالا تو بڑا مال دار نکلا ــــ مگر اب یہ غریب ہو جائے گا سونے کے سارے سکے تو میں لے لوں گا۔"

عنبر نے زمین سے اُٹھتے ہوئے کہا:

"اگر تم نے سکوں کو ہاتھ لگایا تو کھوپڑی توڑ دوں گا الّو کے پٹھے۔"

امریکی بدمعاش کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ ایک کالے آدمی نے اسے الّو کا پٹھا کہہ دیا تھا۔

وہ گرجا:

"مصر کے کیڑے۔ میں تیری ممی بنا کر عجائب گھر میں رکھا دوں گا۔ مجھے گالی دیتا ہے حرامی کی اولاد۔"

باپ کی گالی سن کر عنبر کو غصہ آگیا اس نے کہا:

"بھٹر۔ تجھے ابھی بتاتا ہوں حرامی کی اولاد کون ہے۔ لاتوں کا بھوت باتوں سے نہیں مانے گا۔"

عنبر نے آگے بڑھ کر امریکی بدمعاش کو تنکے کی طرح اٹھا لیا اور سر سے گھما کر فرش پر دے مارا۔ امریکی غنڈے کی ہڈیاں چٹخ کر چورا ہو گئیں۔ اور کھوپڑی کے پرخچے اڑ گئے۔ کاؤ بوائے امریکیوں نے یہ دیکھا تو پستول نکال لیے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دھن دھنا دھن گولیوں کا مینہ برسانے لگے۔ کئی گولیاں عنبر کو لگیں مگر اسے کیا نقصان پہنچتا۔

امریکی کاؤ بوائے یہ سمجھے کہ عنبر نے اپنے لباس کے نیچے فولادی جیکٹ پہن رکھی ہے۔ تبھی گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ ایک کاؤ بوائے نے اس کے سر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی سیدھی عنبر کی کھوپڑی پر لگی اور نیچے گر گئی۔ نہ تو کھوپڑی ٹوٹی اور نہ ہی خون نکلا۔ امریکی کاؤ بوائے نے احمقوں کی طرح پستول کی طرف دیکھا اور دھڑام سے فرش پر گر کے بے ہوش ہو گیا۔

عنبر ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے ایک مرے ہوئے کاؤ بوائے کا پستول اور گولیوں والی پیٹی اٹھا لی تھی اور فائر کر کے امریکی بدمعاشوں کا خاتمہ کر رہا تھا۔ کاؤ بوائے یہ دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عنبر ستون کے پیچھے سے نکل آیا۔ ہوٹل کا مالک کاؤنٹر کے پیچھے دبکا ہوا تھا۔ عنبر کو دیکھ کر وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ عنبر کی طاقت سے مرعوب ہو گیا تھا اور اسے زبردست پہلوان سمجھ رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"میں اس ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ میرے لیے کمرے

اور کپڑوں کا بندوبست کر دو۔"

عنبر نے اسے سونے کے سکے دیئے اور حمام کی طر
نہانے کے لیے بڑھ گیا۔ نہا کر نکلا تو کپڑے آ چکے تھ
عنبر نے تنگ پتلون اور جیکٹ پہن لی۔ ہوٹل کے
مالک نے اسے سب سے بہترین کمرہ دیا تھا۔ عنبر شہر
کی سیر کے لیے نکل پڑا۔ وہ کئی سو سال پہلے بھی
امریکہ آ چکا تھا۔ امریکہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ
بدلا تھا۔

عنبر ٹہلتا ہوا شہر سے باہر آ گیا۔ شام ہو رہی تھی
کوئی انجانی طاقت عنبر کو مسلسل آگے بڑھنے پر مجبور
کر رہی تھی۔ عنبر نے رکنے کی کوشش کی تو اس بھیانک
حقیقت کا احساس ہوا کہ اس کے ارادے کا اپنے جسم
پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کے قدم خود بخود اٹھتے جا
رہے تھے۔ عنبر گھبرا گیا کہ یہ کون سی مصیبت نازل
ہو گئی۔

وہ سوچ سکتا تھا محسوس کر سکتا تھا مگر اپنے جسم پ
اسے کوئی اختیار نہ رہا تھا۔ وہ رک جانا چاہتا تھ
مگر پاؤں اس کی مرضی کے خلاف حرکت کیے جا رہے
تھے۔ عنبر کو اب دور ایک بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ یہ ایک پرانے قبرستان کا دروازہ ہے۔ عنبر قبرستان کے ٹوٹے پھوٹے دروازے سے گزر کر اندر داخل ہو گیا۔

یخ بستہ ہوا چل رہی تھی۔ شام کا اندھیرا قبروں کو مزید خوف ناک بنا رہا تھا۔ قبریں جو اس سرے سے اس سرے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مشک کافور کی تیز بو اور گہرا سناٹا۔ ایسی خاموشی تھی جیسے کوئی بڑا طوفان آنے والا ہے یا فضا کسی کے سوگ میں ویران اور خاموش

عنبر بوسیدہ قبروں کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔ زمین پر ناگ پھنی کی قسم کے پودے بکثرت اُگے ہوئے تھے۔ اندھیرے میں یہ پودے لہراتے ہوئے عجیب و غریب شکلیں بنا رہے تھے۔ عنبر کو ایسا لگا جیسے ہر پودا پہلے سمٹ کر پھیلتا ہے اور اونچا ہو کر سانپ کی طرح پھن پھیلا کر جھومنے لگتا ہے اور اس کی دو شاخی زبان تڑپنے لگتی ہے۔

آگے جا کر ایک شکستہ بارہ دری آ گئی۔ اس قسم کی خستہ حال بارہ دریاں عنبر نے مصر اور فرانس کے ہزاروں برس پرانے قبرستانوں میں دیکھی تھیں۔ ایسی بارہ دریوں میں امیروں کی قبریں بنائی جاتی تھیں۔ اس بارہ دری

میں بھی کچھ قبریں بنی ہوئی تھیں جن پر جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔

اس خاموش قبرستان کی اکثر قبریں اندر کو بیٹھی تھیں اور مردوں کی ہڈیاں باہر جھانک رہی تھیں۔ برف ایسی ٹھنڈی ہوا سے درخت بھی سکڑے ہوئے لگتے تھے اور یوں نظر آتے تھے۔ کہ مردے قبروں سے نکل کر اکڑ گئے ہیں۔ عنبر کے قدم خود بخود اٹھتے چلے جا رہے تھے پھر ایک پرانی قبر کے پاس پہنچ کر عنبر کے قدم رُک گئے۔

قبر کے پہلو میں ایک گول سوراخ تھا۔ ایکا ایکی عنبر نے محسوس کیا کہ کسی نے اسے پکارا ہے۔ عنبر نے کان لگا دیئے۔ قبر کے اندر سے آواز آ رہی تھی:

"عنبر— قبر میں چلے آؤ۔ آ جاؤ قبر میں آ جاؤ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

آواز یوں تھی جیسے کوئی شخص کسی گہرے کنویں کے اندر سے بول رہا ہو۔ ایک بار تو عنبر بھی سہم اٹھا۔ آواز قبر کے اندر سے آ رہی تھی۔ اب عنبر کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا بدن اس ان دیکھی قوت کے اثر سے نکل آیا ہے جو اسے اس قبرستان میں لے آئی تھی۔ آواز دوبارہ آئی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس سوراخ کے ذریعے قبر میں آ جاؤ۔ میں بہت دیر سے تمہارا منتظر ہوں۔ آ جاؤ۔"

عنبر کو اپنی زندگی میں بڑے ہولناک واقعات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ عنبر سوراخ میں داخل ہو گیا۔ مردے کی مشک کافور کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ یہ گیلی اور ٹھنڈی قبر تھی۔ عنبر نے اتنی ٹھنڈک پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ وہ اس لمبی قبر میں چلا جا رہا تھا پھر عنبر کو دور روشنی کی کرن نظر آئی۔

عنبر تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ روشنی واضح ہوتی گئی۔ وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچا جس کی چھت نیچی تھی اور ستونوں کے سہارے کھڑی تھی۔ کمرے کے وسط میں صندلی لکڑی کا تابوت پڑا تھا جو کئی جگہ سے ٹوٹا ہوا تھا۔ اس پر مٹی پڑی تھی۔ ایک طرف طاق میں دیا روشن تھا۔ عنبر نے ادھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا۔

آواز کس کی تھی؟۔ عنبر کے ذہن میں سوال ابھرا۔ اسی وقت دیئے کی لو اونچی ہو گئی۔ زرد رنگ کا شعلہ سیدھا کھڑا تھا جیسے کہہ رہا ہو خدا ایک ہے اور وہی زمین و آسمان کا مالک ہے۔ دیئے کے پاس ہی دیوار پر رفتہ رفتہ ایک انسانی شکل ابھرنے لگی تھی شکل مکمل

ہو گئی۔

یہ ایک ادھیڑ عمر شخص کی شکل تھی۔ غم کی پرچھائیاں اس کے چہرے پر لرز رہی تھیں۔

عنبر نے کہا:

"تم کون ہو اور مجھے کیوں بلایا ہے؟"

سائے کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ اس نے گہری سانس لی اور کمرے میں کمزور سی آواز ابھری۔

"میں ایک روح ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ تم عنبر ہو ناقابل تسخیر انسان۔ جس سے موت بھاگتی ہے۔ میں نے ہی اپنی طاقت سے تمہارے قدم باندھ لیے تھے جو تمہیں یہاں تک لے آئے۔"

روح کی ٹھنڈی آواز۔ الفاظ برف کی ڈلیوں کی طرح اس کے منہ سے نکلے تھے۔

عنبر نے کہا:

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ مجھے بلایا کیوں ہے؟"

روح نے آہ بھر کر کہا:

"یہ تابوت دیکھ رہے ہو۔ اس میں میرا ڈھانچہ ہے۔ میں باہر سے دیکھ سکتی ہوں کہ میرا گوشت گل سڑ گیا ہے اور چوہے وغیرہ اسے کھا گئے ہیں۔ مجھے اس تابوت میں زندہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دفن کر دیا گیا تھا۔ اس لیے میری روح اس قبر سے باہر نہیں نکل سکتی۔ میں تمہیں پوری کہانی سناتی ہوں۔"

روح چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہنا شروع کیا:

"میرا نام جارج ہے۔ آج سے دس سال پہلے میں شہر کا مال دار شخص تھا۔ میری بیوی اور ایک بچہ خوش حالی کی زندگی گزار رہے تھے۔ میرا ایک سوتیلا بھائی "الفریڈ" بھی تھا۔ اس الفریڈ کا خیال تھا کہ میں مر جاؤں گا تو ساری جائیداد کا وارث وہ ہو گا مگر جب میرے ہاں لڑکے نے جنم لیا تو الفریڈ کی خواہشوں پر پانی پھر گیا۔

ایک دن اس نے دھوکے سے مجھے، میری بیوی اور بچے کو بے ہوشی کی دوا پلا دی۔ میری بیوی کو تو اس نے بےہوشی کے عالم میں قتل کر ڈالا اور مجھے زندہ تابوت میں بند کر کے اس قبر میں دفن کر دیا اور میرے بیٹے کو اپنا نوکر بنا لیا۔

مجھے جب ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک گھپ اندھیرے غار میں قید پایا۔ جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ میں زندہ حالت میں تابوت میں موجود ہوں۔ میرے جسم پر سفید کفن لپٹا ہوا تھا اور اس میں مشک کافور کی بُو بسی ہوئی تھی۔ میں نے تابوت کا ڈھکن اٹھانے کی کوشش

کی مگر اوپر تو ٹنوں وزنی مٹی تھی۔

ایسی اذیت ناک موت کا تصور ہی میرے لیے ناقابلِ برداشت حد تک تکلیف دہ اور لرزہ خیز تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تابوت کے اندر ہوا کچھ ہی دیر میں ختم ہو جائے گی۔ میں نے دونوں ہتھیلیاں تابوت کی چھت سے ٹکا دیں اور خدا کا نام لے کر پورا زور لگایا مگر نتیجہ وہی تھا۔ ہاں ہوا ناکافی ہونے کے باعث مجھے کھانسی آ گئی اور گرم خون میرے لبوں سے نکل کر گردن سے ہوتا ہوا سینے تک پہنچ گیا۔

میرے سفید کفن پر سرخ دھبے اُبھر آئے۔ پیاس کی شدت سے مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میرے حلق میں کانٹوں کا جنگل اُگ آیا ہے۔ دل دھڑک رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے تیرتی تاریکیاں گہری ہوتی جا رہی تھیں۔ میں حلق پھاڑ کر چیخا کہ شاید کوئی انسان قبر کے پاس ہو تو میری آواز سن لے۔ چیختے چیختے میں نڈھال ہو گیا۔

قبر میں زبردست گھٹن ہو رہی تھی۔ مجھے سانسوں کی ڈو ٹوٹتی محسوس ہونے لگی۔ اسی وقت میں نے تصور کی آنکھ سے دیکھا کہ سیکڑوں آدم خور قبرستانی چوہے تابوت کتر کر اندر آ گئے ہیں۔ وہ سب مجھے جھنجھوڑ رہے ہیں۔ میرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں۔

ایک موٹے چوہے نے میری آنکھ پر منہ مارا اور ڈیلا ہڑپ کر گیا ہے۔ میرے رخساروں، ماتھے اور ناک کا گوشت چوہے ہڑپ کر چکے ہیں۔ کھوپڑی ننگی ہو گئی اور چوہے آنکھ کے راستے دماغ میں آ جا رہے ہیں۔ وہ میرا گوشت نوچ اور خون چاٹ رہے ہیں۔"

روح خاموش ہو گئی۔

پھر اس نے کہا:

آہ — میرے لیے یہ تصور ہی بڑا ہولناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا تھا۔ خوف اور دہشت کی زیادتی سے میں لرزنے اور چیخنے لگا۔ مگر میری آہ و پکار پر کان دھرنے والا کوئی نہ تھا۔ میں ٹھنڈے برف ایسے تابوت میں پڑا کچھ بھی نہ کر سکتا تھا مجھے اپنی بے بسی پر رونا آ گیا۔

اچانک میرے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے کوئی تابوت کو کتر رہا ہو۔ میں سمجھ گیا کہ قبرستان کے آدم خور چوہے آ پہنچے ہیں اور وہ سب مل کر تابوت کو کھرچ رہے ہیں تا کہ میرا گوشت ہڑپ کر جائیں۔ تاریکی — چوہے۔ لکڑی کے کھرچنے کی آوازیں — اف میرے خدا یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے یوں لگا جیسے میرا دل پھٹ رہا ہے۔ میرا منہ کھل

گیا میں نے سانس لینے کی کوشش کی مگر ہوا ختم ہو چکی تھی پھر میں مر گیا۔

میری روح تابوت سے باہر نکل آئی اور میرا جسم ٹنوں مٹی تلے ہمیشہ کے لیے دبا رہ گیا۔ میری روح اس کمرے میں قید ہو گئی ہے اور اس وقت تک قید رہے گی جب تک میرا قاتل زندہ ہے۔

روح چپ ہو گئی۔ عنبر بڑی دلچسپی سے بت بنا یہ دہشتناک کہانی سن رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"روحیں تو بڑی طاقت ور ہوتی ہیں کیا تم اس قبر سے نکل کر الفریڈ سے نبٹ نہیں سکتی؟"

روح نے کہا:

"روحوں کی دنیا بڑی پر اسرار دنیا ہے۔ وہ انسان جو مطمئن حالت میں مرتے ہیں ان کی روحیں طاقت ور ہوتی ہیں۔ میرے ساتھ دھوکہ ہوا اور میں نے اذیت میں جان دی اس لیے میں اڑتی ہوئی روحوں کی دنیا میں نہیں جا سکتی۔ میں جب بھی اڑنے کی کوشش کرتی ہوں گر جاتی ہوں۔ جب میرا قاتل اپنے کیے کی سزا پائے گا۔ میں خود بخود ہلکی ہو کر اڑنے لگوں گی اور طاقتور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن جاؤں گی۔"

عنبر نے کہا:

"اگر میں تمہارے قاتل کو ہلاک کر دوں تو کیا تمہیں ہر دکھ سے نجات مل جائے گی؟"

روح نے جواب دیا:

"ہاں عنبر ـــ اسی لیے تو میں تمہیں یہاں لائی ہوں کہ تم سے مدد کی درخواست کروں۔ میرا بیٹا ہمزی بھی اب جوان ہو گیا ہے۔ تم الفریڈ کو سزا دینے کے بعد حویلی کے خفیہ تہہ خانے سے خزانہ نکال کر میرے بیٹے ہمزی کو دے دینا۔ وہ خزانہ میرے آباؤ اجداد کی نشانی ہے اور خفیہ تہہ خانے کا میرے سوا کسی کو علم ہے۔"

عنبر نے کہا:

"میں ضرور دھوکہ باز اور مکار الفریڈ کو اس کے ظلم کی سزا دوں گا تم مجھے الفریڈ کا پتہ اور حلیہ بتا دو۔"

روح نے خوش ہو کر کہا:

"سنو عنبر ـــ شہر کے شمالی علاقے میں سرخ پتھروں سے بنا محل ہے جس کی چھت پر مور کا مجسمہ بنا ہے۔ وہ میرا محل تھا مگر اب اس پر الفریڈ قابض ہے اور میرا بیٹا ملازموں کے کوارٹر میں رہتا ہے ـــ الفریڈ چھوٹے

قد کا آدمی ہے اور اس کے بائیں ہاتھ کا انگوٹھا کٹا ہوا ہے۔"

عنبر بولا:

"اے روح۔ تم مطمئن رہو میں بدکردار الفریڈ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

روح کی شکل دھیرے دھیرے غائب ہو گئی۔

عنبر اٹھا اور قبر میں چلتا ہوا قبرستان میں آ گیا۔ رات گہری ہو چکی تھی اور چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ ہلکی ہوا درختوں کی شاخوں اور جھاڑیوں کو ہلاتی ہوئی چل رہی تھی۔ عنبر قبروں سے بچتا ہوا دروازے کی طرف چلا آ رہا تھا۔ دروازے کے پاس ہی صنوبر کا ایک ٹنڈ منڈ درخت ایک خوف ناک جن کی طرح گردن اٹھائے اور بازو پھیلائے کھڑا تھا۔ اس کے نیچے ایک قبر بنی ہوئی تھی۔

عنبر اس قبر کے پاس سے گزرنے لگا تو قبر سے ایک مردہ چیخیں مارتا نکلا۔ مردے کی چیخیں تاریکی کا سینہ چیرتے ہوئے قبرستان کی خاموشی کو فنا کر گئیں ـــ ہو ہو ہو۔ ایک الو اپنی بھیانک آواز میں چلایا۔

مردہ قبر سے نکل کر عنبر کی طرف لپکا۔

یہ قبرستان کا شیطان مردہ تھا جو اکا دکا آنے والوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا خون پی جایا کرتا تھا۔ آتے وقت تو عنبر، جارج کی روح کی روحانی طاقت کے اثر میں تھا۔ اس لئے مردے نے عنبر کی بُو نہ سونگھی تھی مگر جب عنبر قبرستان سے نکلنے لگا۔ تو مردے نے عنبر کے خون کی خوشبو سونگھ لی تھی اور اپنی قبر سے نکل آیا تھا۔

مردے کی ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ ایک ایک پسلی صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ آتے ہی عنبر سے لپٹ گیا۔ اس کے ٹھنڈے اور بے جان ہونٹ عنبر کی گردن سے آ لگے اور دانت گردن سے ٹکرائے۔ مردے نے اپنے دانت عنبر کے جسم میں پیوست کرنا چاہے مگر اسے کیا پتہ تھا کہ وہ کس مصیبت کو دعوت دے بیٹھا تھا

اس نے جس شخص کو دبوچ رکھا تھا وہ پانچ ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا تھا۔ اس پر موت حرام کر دی گئی تھی اور وہ ہزاروں شیطانی عفریتوں کو خاک میں ملا چکا تھا — عنبر نے دونوں بازو پھیلا کر مردے کو اپنی گرفت میں لے لیا اور زور لگانے لگا۔ شیطانی مردے کو اپنی پڑ گئی — اس کے منہ سے شعلے نکل کر عنبر کے منہ پر پڑے۔ مگر عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔

عنبر نے مردے کی پسلیاں توڑ ڈالیں اور کھوپڑی کے ٹکڑے کر دیئے۔ مردہ چیخیں مارتا ختم ہو گیا۔ عنبر قبرستان سے نکل آیا اور شہر جانے والی سڑک پر چل دیا!!

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کانا جاگیردار

اب ہم ماریا کے پاس ہندوستان چلتے ہیں۔

گزشتہ قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مکار کانے کے ساتھی دو بہروپیے ننھے پرکاش کو اڑا لے گئے تھے۔ انہوں نے پانی میں بے ہوشی کا سفوف ملا دیا تھا جس کے اثر سے پرکاش کی ماں اور دادی کے علاوہ ماریا بھی بے ہوش ہو گئی تھی۔

دونوں بہروپیے پرکاش کو لیے کانے کے پاس پہنچ گئے۔ کانا خوش ہو گیا اس نے سونے کے سکوں کی تھیلی دونوں بہروپیوں کو انعام میں دی اور پرکاش کو لے کر جاگیردار کی طرف روانہ ہو گیا۔ جاگیردار کانے سے بہت خوش ہوا اور دونوں نے فیصلہ کیا کہ ابھی پرکاش کو قتل کرنا مناسب نہیں لہذا اسے تہ خانے میں بند کر دینا چاہیے۔

مکار کانے نے پرکاش کے ہاتھ پاؤں باندھ کر لے

تہ خانے میں ڈال دیا۔ پرکاش کو ہوش آ گیا وہ رونے لگا۔ کانے نے اس کے پھول ایسے گال پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا:

"چپ۔ آواز نکالی تو ذبح کر ڈالوں گا۔"

یہ کہہ کر کانے نے خنجر نکال کر اسے دکھایا۔ پرکاش بچہ ہی تو تھا سہم گیا اس کی نیلی آنکھوں میں خوف کے سائے لرزنے لگے جاگیردار نے مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہا:

"شاباش۔ بس اسی طرح پڑے رہو کل تک تمہیں تمہارے باپ کے پاس آسمان پر بھجوا دوں گا۔"

کانے نے چاپلوسی سے کہا:

"حضور۔ حکم کریں تو ابھی قصہ پاک۔ کیے دیتا ہوں ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دوں گا۔"

جاگیردار نے قہقہہ لگایا اور بولا:

"نہیں۔ کل تک اسے یہیں پڑا رہنے دو۔ اب یہ بچ کر کہاں جا سکتا ہے۔"

دونوں تہ خانے کو تالا لگا کر باہر نکل آئے۔ تہ خانے میں اندھیرا پھیل گیا تھا اور پرکاش ڈر کے رونے لگا تھا ادھر جاگیردار اور کانا اپنے منصوبے بنا رہے تھے۔

ادھر ماریا کو جب ہوش آیا۔ اس نے فقیر عورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور پرکاش کو غائب دیکھا تو سب سمجھ گئی اس نے جلدی سے دادی اور ماں کے چہرے پر نل سے پانی لاکر چھینٹے مارے۔ وہ ہوش میں آگئیں تو ماریا نے انہیں معاملے سے آگاہ کرنے کے بعد تسلی دی اور حویلی سے نکل آئی۔

ماریا کو لالچی جاگیر دار پر بڑا غصہ آ رہا تھا جو دولت کے لیے معصوم پرکاش کی جان کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ گلیوں اور سڑکوں پر رش تھا۔ ماریا تیزی سے چلی جا رہی تھی سامنے سے ایک برہمن سر جھکائے آ رہا تھا۔ بے خیالی میں ماریا اس سے ٹکرا گئی۔ برہمن نے غصے سے سر اٹھاتے ہوئے کہا:

"اندھے ہو دیکھ کر نہیں....."

باقی الفاظ برہمن کے منہ ہی میں رہ گئے۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ جس سے اس کی ٹکر ہوئی تھی وہ تو نظر نہیں آ رہا تھا۔ برہمن ہری اوم۔ ہری اوم کے نعرے لگاتا بھاگ کھڑا ہوا۔ ماریا اس گلی میں پہنچ گئی جس میں جاگیر دار کا مکان تھا۔ مکان کا دروازہ کھلا تھا ماریا بے دھڑک اندر داخل ہو گئی۔

کانا اور جاگیر دار موجود نہ تھے۔ ماریا نے پورا مکان

چھان مارا مگر پرکاش نظر نہ آیا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا کہ کہیں کانے نے اسے ٹھکانے تو نہیں لگا دیا۔

ماریا باورچی خانے میں آ گئی۔ یہاں تین باورچی کھانا تیار کر رہے تھے۔ ایک سوکھا سڑا باورچی دیگچی میں کفگیر ہلاتا ہوا گا رہا تھا دوسرے باورچی نے ہنستے ہوئے کہا:

"ابے ہریے۔ اپنی خوفناک آواز میں نہ گا۔ پڑوسی ڈر جائیں گے"

ہریا دیگچی سے پلیٹ میں کوفتے ڈالتا ہوا بولا:

"ہاں ہاں تمہاری آواز تو بڑی سریلی ہے نا۔ ہر وقت بکواس کرتے رہتے ہو"

باورچی بولا:

"ارے یہ کوفتے کیوں پلیٹ میں ڈال رہے ہو"

ہریا نے کہا:

"کھانے کے لیے۔ آخر اپنا بھی تو دل ہے مگر آج اس رامو کے بچے کو کیا ہو گیا ہے چپ چپ ہے"

رامو تیسرے باورچی کا نام تھا۔

اس نے کہا:

"دفع ہو۔ مجھے تو اس بچے پرکاش پر رحم آ رہا ہے۔ بے چارہ معصوم دولت کے چکر میں مارا جائے گا۔ جاگیر دار صاحب نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تہ خانے میں بند کر گئے ہیں۔ میں نے اتفاق سے ان کی باتیں سن لی تھیں کل قتل کر دیں گے بے چارے کو۔ ہائے ہائے۔"

ہریا نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا:

"پاگل ہو گیا ہے۔ جو منہ میں آتا ہے ہانکے چلا جاتا ہے ابے چرکٹے اگر جاگیر دار صاحب نے سن لیا تو مار ڈالیں گے۔ تجھے کیا کہ وہ کیا کرتے ہیں تو کھا پی اور جان بنا۔"

ماریا نے جب یہ سنا کہ پرکاش خیریت سے ہے تو اس کی جان میں جان آئی۔ ہریا بڑے مزے سے کوفتے کھا رہا تھا۔ اب اس کی پلیٹ میں صرف ایک کوفتہ رہ گیا تھا اس نے پلیٹ رکھ کر دیگچی میں نظر ڈالی تو ماریا نے کوفتہ اٹھا لیا۔ ہریا دیگچی میں کفگیر ہلا کر بڑے شوق سے آخری کوفتہ چٹ کرنے کے لیے پلیٹ کی طرف گھوما۔

پلیٹ تو خالی ہو چکی تھی۔ ہریے نے رامو کو گھورتے ہوئے کہا:

"تو باز نہیں آئے گا۔ کوفتہ چٹ کر گیا نا۔"

رامو نے غصے سے کہا:

"کیا بکتا ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کوفتہ کھانے کی۔ میں نے تو پلیٹ کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔"

ہریے نے ہاتھ نچا کر کہا:

"واہ واہ۔ سالے بڑے معصوم بنتے ہو۔ کوفتہ کیا آسمان پر چلا گیا ہے۔"

رامو بولا:

"بھگوان قسم۔ میں نے کوفتہ نہیں لیا۔"

ہریا سر کھجانے لگا پھر اس نے سوچا شاید اسے غلطی لگی ہے اور وہ سارے کوفتے کھا گیا ہے۔ ضرور یہی بات ہے ورنہ کوفتہ کہاں جا سکتا تھا۔ ماریا باورچی خانے سے نکل آئی اور بڑے کمرے میں بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد جاگیر دار اور کانا بھی واپس آ گئے۔ دونوں بڑے خوش تھے۔

جاگیر دار نے کہا:

"لو بھئی یہ کام بھی ہو گیا۔ کوتوال ہمارے ساتھ مل گیا ہے اب ہم پرکاش کا قتل کر کے صاف بچ جائیں گے۔"

کانے نے کہا:

"حضور۔ یہ تو ہو گیا مگر بڑی زبردست بھوک لگی ہے کھانے کا کہہ آؤں۔"

کھانا میز پر چن دیا گیا۔ جاگیر دار اور کانا بیٹھ گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باورچی باری باری گرم ڈشیں لے کر آ رہے تھے۔ ماریا، جاگیردار کے پیچھے کھڑی تھی۔ ہریے نے کوفتوں والی تھالی جاگیردار کے آگے رکھ دی۔ جاگیردار پانی لینے کے لیے ادھر ہوا تو ماریا نے کوفتوں کی تھالی اٹھالی۔

پانی پینے کے بعد جاگیردار نے کوفتوں والی تھالی کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر۔۔۔ مگر تھالی تو غائب تھی۔ جاگیردار سمجھا ہریا واپس لے گیا ہے وہ غصے سے دہاڑا:

"ہریے۔ ہریے۔ ابے کہاں مرگیا ادھر آ حرام خور۔"

ہریا حاضر ہوگیا۔ جاگیردار نے کہا:

"الو کی دم۔ کوفتوں والی تھالی واپس کیوں لے گیا۔ تیرا باپ کھائے گا کیا؟" —

ہریا تو کانپ اٹھا۔

اس نے کہا:

"حضور۔ تھالی تو میں آپ کے سامنے رکھ گیا تھا۔ واپس کا ہے کو لے کر جاتا؟"

جاگیردار کا پارہ چڑھ گیا۔ وہ گرجا۔

"جھوٹ بولتا ہے۔ اچھا ذرا دکھا تو کہاں رکھ کر گیا تھا تو۔۔۔ آج تو میں تیری چمڑی ادھیڑ دوں گا۔"

اسی وقت ماریا نے کانے کے آگے سے چاولوں والی

پلیٹ اٹھا لی۔ کانے نے پلیٹ اپنی جگہ سے اوپر ہوکر غائب ہوتے دیکھی تو سر جھٹکنے لگا اور آنکھیں مل کر بولا:

"جاگیردار صاحب۔ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ ارے یہ کیسے ہوگیا؟"

"دن کے وقت خواب۔" جاگیردار نے کہا:

"تم سب کا دماغ تو نہیں پھر گیا۔ یہ کہتا ہے کوفتوں والی تھالی یہاں رکھی تھی تم خوابوں کی باتیں کر رہے ہو۔"

کانے نے کہا:

"میری چاولوں والی پلیٹ کدھر گئی ابھی تو میں اس میں سے کھا رہا تھا۔"

اب ماریا نے جاگیردار کے سامنے سے صراحی اٹھالی۔ کانے، ہریے اور جاگیردار نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے صراحی کو غائب ہوتے دیکھا۔ ان کی تو تھرتھری چھوٹ گئی۔ ہریا بھوت بھوت چیختا باہر کو بھاگا۔ ماریا نے صراحی جاگیردار کے سر پر دے ماری۔ جاگیردار کا سر پھٹ گیا۔ اس کے حلق سے بڑی دل دوز چیخ نکلی۔ اس نے بھاگنا چاہا مگر ماریا نے گردن سے دبوچ لیا اور خوفناک آواز بنا کر بولی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں لکشمی دیوی ہوں۔ تم دونوں ایک معصوم بچے کی جان لینا چاہتے ہو میں تمہیں کچا چبا جاؤں گی۔"

جاگیر دار کی تو سٹی گم ہو گئی۔ کانا بابر کی طرف کھسک رہا تھا۔ ماریا نے اس کے منہ پر لات ماری اور کہا:

"خبردار اب اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ ساری آگ تمہاری لگائی ہی تو ہے۔"

دونوں لگے گڑگڑانے اور معافیاں مانگنے:

ماریا نے کہا:

"چلو۔ دونوں تہہ خانے سے پرکاش کو نکال کر لاؤ۔ جلدی کرو۔"

دونوں اس طرح بھاگے جیسے لمحہ بھر کی دیر ہوئی تو قیامت آ جائے گی۔ ماریا ان کے پیچھے لپکی کہ کہیں دونوں فرار نہ ہو جائیں۔ جاگیر دار اور کانا سیدھے تہہ خانے میں گئے۔ پرکاش اس وقت سو رہا تھا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ پرکاش اس کی گود میں آتے ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جاگیر دار اور کانا حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

ماریا جلدی سے تہہ خانے سے نکل آئی اور دروازہ بند کر دیا۔ جاگیر دار کانا اندر ہی رہ گئے۔ ماریا نے بلند آواز سے کہا:

"ظالم انسانو! اب تم اس خفیہ تہہ خانے میں بھوکے پیاسے

مر جاؤ گے تمہارا یہی انجام ہونا چاہیے۔"

پرکاش گہری نیند سویا ہوا تھا۔ ماریا اسے اٹھائے مکان سے نکل آئی اور حویلی کی طرف روانہ ہو گئی۔ بوڑھی دادی اور پرکاش کی ماں اپنے بیٹے کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہو گئی۔ انہوں نے کہا:

"اے غیبی عورت۔ ہم تیرا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکیں گے۔"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"یہ تو میرا فرض تھا۔ دوسروں کے کام آنا، ان کی مدد کرنا بھی ایک عبادت ہے۔ اچھا اب مجھے اجازت دیں مجھے ابھی اپنے بھائیوں عنبر اور ناگ کو تلاش کرنا ہے۔"

ماریا اجازت لے کر حویلی سے نکل آئی!!

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا بلی بن گئی

ماریا بازار میں آ گئی۔

بازار کے دوسرے کونے پر درگا مائی کا مشہور مندر تھا۔ ہندو دور دور سے اس مندر میں آتے۔ درگا مائی کے درشن کرتے اور چڑھاوے پیش کرتے۔ ماریا مندر کی طرف آنے لگی۔ ابھی وہ فرلانگ بھر دور ہی تھی کہ اس نے مندر کی سیڑھیوں سے ایک بوڑھی عورت کو اترتے دیکھا۔

یہ بڑھیا جادوگرنی تھی اور کالے علم کی بڑی ماہر تھی۔ اس کی عمر ۲۰۰ سال سے زیادہ تھی۔ وہ جنگل میں رہتی تھی اور آج کل ایک ایسا جادو تیار کر رہی تھی جس سے پورے ہندوستان کی چڑیلیں اور بھوت اس کے قبضے میں آ جاتے اور وہ ان کی ملکہ بن جاتی۔

اس جادو کے لیے بڑھیا کو ہر روز ایک نوجوان کا تازہ خون پینا اور دل کھانا پڑتا تھا۔ پورے ایک ماہ تک ایسا کرنے کے بعد اسے ایک نوجوان لڑکی کو بلی بنا کر ذبح

کر کے اس کے خون سے شیطان کے مجسمے کو غسل دینا تھا اور ساری چڑیلیں اس کی غلام بن جانا تھیں۔ جادوگرنی ہر روز دوپہر کے وقت شہر آ جاتی اور کسی ایک نوجوان کو دھوکے سے جنگل لے کر ذبح کرتی اور اس کا خون پی جاتی۔ ایسا کرتے ہوئے جادوگرنی کو بیس دن ہو چکے تھے۔

کالے علم کی اس جادوگرنی میں بڑی طاقت تھی اس نے دور سے ہی ماریا کو دیکھ لیا تھا اور اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ غیبی عورت ہے جو اس کے سوا کسی کو نظر نہیں آ رہی۔ جادوگرنی نے فوراً منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے ماریا کو قابو کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ماریا آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ادھر ہی آ رہی تھی۔ ماریا جونہی بوڑھی جادوگرنی کے قریب پہنچی۔ بوڑھی جادوگرنی رک گئی۔ اس نے گردن گھما کر ماریا کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ ماریا کو دیکھ رہی ہو۔ ماریا کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کیا واقعی بڑھیا اسے دیکھ رہی ہے ایک طرف ہو گئی۔

جادوگرنی کی گردن بھی اسی طرف گھوم گئی۔ جادوگرنی اپنے خون آلود زرد دانت نکال کر ہنسی اور کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں تمہیں دیکھ سکتی ہوں۔ تم ایک خوب صورت اور نوجوان لڑکی ہو تمہارا رنگ سانولا ہے بال سنہری ہیں۔"

ماریا گھبرا گئی۔ یہ کم بخت بڑھیا تو اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بھاگ جانے کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت جادوگرنی نے منتر پھونک دیا۔ ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا ماریا سے ٹکرایا۔ ماریا کو اتنی سردی لگی کہ اس کے دانت بج اٹھے۔ اس کے قدم گویا زمین سے چپک گئے تھے۔

ماریا بیٹھ گئی۔ اس نے ہاتھوں سے زور لگا کر پاؤں ہلانا چاہے مگر وہ تو جیسے پتھر کے ہو گئے تھے۔

جادوگرنی کھی کھی کرتی ہوئی بولی:

"تم اب کہیں نہیں جا سکتی ہو۔ تم میرے قبضے میں ہو۔"

جادوگرنی نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ ماریا کے سر پر رکھ دیا۔ ماریا تیورا کر گری اور بے ہوش ہو گئی۔ اسے کندھے پر ڈال کر جادوگرنی جنگل کی طرف چل دی۔ ماریا غائب حالت میں تھی اس لیے کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ جادوگرنی اسے لیے جنگل میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئی۔

جادوگرنی ایک پہاڑی غار میں رہتی تھی۔ وہ ماریا کو لیے اپنے خاص کمرے میں آ گئی۔ اس نے ماریا کو

فرش پر سیدھا کھڑا کر دیا اور اپنے جادو کے سامان سے ایک سوکھی ٹہنی نکال لی اور منتر پڑھ کر اس پر پھونکنے لگی۔ پھر اس نے سوکھی ٹہنی کو زمین میں گاڑ دیا۔

ٹہنی خود بخود حرکت کرتی زمین میں جانے لگی۔ جتنی ٹہنی زمین کے اندر جا رہی تھی۔ اتنی ہی ماریا زمین میں دھنستی جا رہی تھی۔ جادوگرنی بڑے غور سے ماریا کی طرف دیکھ رہی تھی جب ماریا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئی تو جادوگرنی دونوں ہاتھ اٹھا کر چلائی:

"بس — رک جا۔"

ٹہنی رک گئی۔ جادوگرنی نے کمرے کے فرش پر پڑی ایک کھوپڑی اٹھانے لگی۔ جادوگرنی نے دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور اچھل کر چنگھاڑی:

"اے میرے غلام مردے۔ اپنی اصل حالت میں آ جا اور میری مدد کر۔"

کھوپڑی زمین پر آ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس پر گوشت آ گیا اور نجانے کہاں سے اس کا باقی جسم بھی آ گیا۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ مردے کے جبڑے سے دہشت ناک آواز نکلی:

"غلام حاضر ہے حکم کر۔"

جادوگرنی بولی :

"تمہیں اس عورت کی نگرانی کرنا ہے یہ یہاں سے بھاگنے نہ پائے میں نے اس سے بڑا اہم کام لینا ہے۔ اب میں کسی نوجوان کی تلاش میں جا رہی ہوں تاکہ اسے ذبح کر کے خون پی سکوں"

یہ کہہ کر جادوگرنی نے قہقہہ لگایا قہقہے کی آواز اس قدر ڈراؤنی تھی کہ مردے کا رنگ سفید سے سفید تر ہو گیا۔ جادوگرنی غار سے نکل گئی اور مردہ ہاتھ میں تلوار لے کر دروازے پر پہرہ دینے لگا۔ مایا بے ہوشی کی حالت میں زمین میں گڑی ہوئی تھی۔

جادوگرنی جنگل میں آ گئی اور اپنا شکار تلاش کرنے لگی۔ اتفاق سے ایک مسافر گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا۔ جادوگرنی کی آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا ہو گئی۔ سر کے بال کھڑے ہو گئے اور لمبے دانت ہونٹوں سے باہر نکل آئے۔ اس کی شکل انتہائی ڈراؤنی ہو گئی تھی۔ جھاڑیوں میں چھپ کر اس نے جلدی سے ایک مسکین عورت کا روپ دھارا اور مسافر کے سامنے آ گئی۔

مکار جادوگرنی رونے لگی۔ مسافر اس خطرناک جنگل میں ایک غریب عورت کو دیکھ کر حیران رہ گیا پھر اس نے

سوچا ضرور یہ بڑھیا مصیبت کی ماری ہے۔ اسے کیا پتہ تھا کہ جادوگرنی مگرمچھ کے آنسو بہا رہی ہے۔ وہ گھوڑے سے اتر آیا اور قریب آ کر بولا :

"کیا بات ہے بڑی اماں۔ تم اس ویران جنگل میں کیسے آ گئی؟"

جادوگرنی نے آنسو بہاتے ہوئے کہا :

"بیٹا ۔ ادھر درختوں کے جھنڈ کے پاس میرا بیٹا ایک گڑھے میں گر گیا ہے ذرا اسے نکال دو۔"

مسافر نے گردن موڑ کر ادھر دیکھا۔

جادوگرنی نے جھپٹ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کے تیز اور نوکیلے ناخن گوشت میں گڑ گئے۔ جادوگرنی نے مسافر کو گرا لیا اور اپنے دانتوں سے اس کا گلا بھنبھوڑنے لگی۔ مسافر کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی اور وہ تڑپتا ہوا مر گیا۔ جادوگرنی خون پی رہی تھی۔ اچھی طرح سیر ہونے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اف خدا ۔ جادوگرنی کی شکل انتہائی دہشت ناک ہو رہی تھی۔ وہ شیطانی انداز میں قہقہے لگا رہی تھی اور خون پی کر لطف حاصل کر رہی تھی اس کی باچھوں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جادوگرنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واپس اپنے غار میں آ گئی۔ ماریا ہوش میں آ چکی تھی۔ جادوگرنی کا خون سے لتھڑا منہ دیکھ کر وہ لرز اٹھی۔

جادوگرنی نے اپنا جادو کا سامان نکال لیا اور ماریا کی طرف دیکھ کر بولی:

"میں تجھے بلی بنا دوں گی۔ دس دن باقی ہیں پھر شیطان کے جشن کو تیرے خون کا غسل دینے سے نہ صرف ہندوستان کی ساری چڑیلیں اور بھوت میرے غلام بن جائیں گے بلکہ میں تیرے خوبصورت بدن پر بھی قبضہ کر لوں گی۔"

جادوگرنی نے ایک صندوق کھولا تو سیاہ رنگ کی بلی اچھل کر باہر آ گئی اور میاؤں کرنے لگی۔ جادوگرنی نے لڑکی کے بال اٹھا کر منتر پڑھنا شروع کیا اور ماریا کے گرد چکر لگانے لگی۔ ایک چکر مکمل کرنے کے بعد وہ ماریا پر پھونک مارتی تھی ——— ماریا بے بس تھی اس کی ساری طاقتیں سلب ہو چکی تھیں۔

سات چکر کاٹنے کے بعد جادوگرنی نے بلی کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ بلی کے حلق سے غراہٹیں نکل رہی تھیں وہ تڑپ رہی تھی بلی مر گئی اور بڑھیا جادوگرنی نے اس کی لاش ماریا کے سامنے رکھ دی۔ اور اپنی سوکھی لمبی لمبی کریہہ انگلیاں ماریا کے چہرے کے سامنے لہراتی ہوئی منتر

پڑھنے لگی۔

ماریا کو یوں لگا جیسے اس کے جسم میں ہزاروں باریک سوئیاں بیک وقت پیوست ہو گئی ہوں۔ اس نے چیخنا چاہا مگر زبان تو جیسے پتھر کی ہو چکی تھی۔

جادوگرنی چلائی:

"لڑکی کی روح۔ اس بلی میں آ جا۔"

یکایک ماریا کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہلکی پھلکی ہو گئی ہے۔ ماریا کی روح اس کے بدن سے نکل آئی تھی۔ اس کے پاس ہی اس کا جسم کھڑا تھا۔ وہ اپنی روحانی آنکھوں سے اسے دیکھ سکتی تھی۔ وہ سو فیصدی ماریا کا ہی جسم تھا۔ بالکل بے حس اور لاش کی طرح ساکت۔ ماریا کی روح خوف و دہشت سے کانپ اٹھی۔

جادوگرنی بڑی تیزی سے منتر پڑھنے میں مصروف تھی۔ ماریا کی روح فرش پر لیٹ کر بلی کے جسم میں پہنچ گئی اور دوسرے ہی لمحے بلی انگڑائی لے کر زندہ ہو گئی۔ ماریا اب بلی بن چکی تھی اور میاؤں میاؤں کر رہی تھی۔ ماریا کو اپنی حالت پر رونا آ گیا۔ کہاں وہ ایک طاقتور لڑکی تھی اور کہاں ایک چھوٹی سی بلی۔

مکار جادوگرنی نے بھیانک قہقہہ لگایا اور بولی:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تجھے دس دن تک اسی حالت میں رہنا ہے پھر میں تجھے ذبح کر دوں گی ہا ہا ہا۔ جا چلی جا یہاں سے ٹھیک آٹھ دن بعد میرا جادو خود بخود تجھے یہاں کھینچ لائے گا۔ دو دن میں تجھ پر جادو کروں گی اور پھر تیرے خون سے شیطان کے مجسمے کو نہلاؤں گی۔"

ماریا، میاؤں میاؤں کرتی غار سے باہر نکل آئی اور ایک طرف بیٹھ کر اپنی حالت پر رونے لگی۔ اتنی بے بسی اور لاچاری ماریا نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھی اور شہر کی طرف چل دی۔ شام ہو رہی تھی جب ماریا شہر میں داخل ہوئی وہ ایک گلی سے گزر رہی تھی کہ بھوں بھوں کی خوف ناک آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

ایک مکان سے خون خوار کتا اس پر جھپٹ رہا تھا۔ بلی یعنی ماریا کے منہ سے مارے دہشت کے چیخ نکل گئی۔ اس نے دوڑ لگا دی۔ کتا بھونکتا ہوا اس کے پیچھے لپک رہا تھا۔ ماریا جلدی سے ایک درخت پر چڑھ گئی۔ کتا درخت کے نیچے کھڑا خاصی دیر تک بھونکتا رہا پھر غراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ماریا کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا وہ سوچ رہی تھی کہ ذرا سی

چوک ہو جاتی تو کتا اسے چیر پھاڑ کر برابر کر دیتا۔

کتا چلا گیا تو ماریا درخت سے اتری۔ اس بھاگ دوڑ سے بھوک لگ گئی تھی وہ ایک مکان میں گھس گئی۔ یہ ایک برہمن کا گھر تھا۔ اس کی بیوی باورچی خانے میں کھانا پکا رہی تھی۔ پاس ہی ایک خادمہ بیٹھی مصالحہ کوٹ رہی تھی۔ ماریا باورچی خانے میں آ گئی۔ کھانے کی خوشبو سونگھ کر اس کا دل مچل اٹھا۔

ایک طرف کیتلی میں دودھ پڑا تھا۔ ماریا نے دودھ پینے کے لیے منہ جھکایا ہی تھا کہ برہمن کی بیوی نے اسے دیکھ لیا۔ وہ خادمہ کی طرف دیکھ کر چلائی:

"اری اندھی ہے کیا۔ یہ کم بخت بلی کدھر سے آ گئی۔ چھی چھی بھگاؤ اسے یہاں سے۔"

خادمہ نے خون خوار نظروں سے ماریا کی طرف دیکھا اور مصالحہ پیسنے والا ڈنڈہ گھما کر دے مارا۔ ماریا بال بال بچ گئی۔ ورنہ بدبخت خادمہ نے تو اسے مار ہی ڈالا تھا۔ ماریا باورچی خانے سے باہر آ گئی اور مکان میں گھومنے لگی۔ ایک کمرے میں اس نے موٹے تازے چوہے کو دیکھا جو اپنے بل کے باہر ٹہل رہا تھا اس نے ابھی تک ماریا کو نہیں دیکھا تھا۔ ماریا نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھلانگ لگا کر چوہا دبوچ لیا۔

عام حالات میں تو شاید ماریا چوہے کی طرف دیکھتی بھی نہیں۔ مگر اب وہ بلی کے روپ میں تھی اور اسے چوہا، بھنے ہوئے مرغ سے زیادہ حسین نظر آیا۔ اس نے چیر پھاڑ کر چوہے کو ہڑپ کر لیا اور کمرے سے نکل آئی۔

◎

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

جادو کی تختی

ادھر درندہ صفت حکیم کو انجام تک پہنچانے کے بعد،

ناگ نے بگھی سے ایک گھوڑا کھولا اور اس پر سوار ہو کر چل دیا۔ وہ اب کسی سرائے میں جا کر کچھ کھانا پینا چاہتا تھا۔ گھوڑے پر سوار ناگ نزدیکی بازار میں آ گیا۔ خوب رونق تھی۔ ایک طرف زمین پر کباب فروش بیٹھا کباب بنا رہا تھا۔ زمین پر چٹائی بچھی ہوئی تھی اور لوگ کباب نان کھا رہے تھے۔

فضا میں گرم گرم کبابوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ نے سوچا آج کباب کھائے جانے چاہئیں۔ وہ گھوڑے سے اُتر آیا اور گھوڑا ایک طرف کھڑا کر کے بیٹھ گیا۔ کباب کھانے والوں میں ایک ہندو غنڈہ بھی تھا۔ اس کا نام بھوپت بدمعاش تھا۔ بھوپت بڑا قاتل قسم کا غنڈہ تھا۔

ناگ نے مسلمانوں والے کپڑے پہن رکھے تھے۔ بھوپت کو تو مسلمانوں سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ اس نے اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لال لال آنکھوں سے ناگ کو گھورا اور نتھنے چوڑے کر کے بولا:

"اوئے ۔۔ تو مُسلا ہے کیا؟"

ناگ نے اطمینان سے کہا:

"الحمدللہ۔ میں مسلمان ہوں مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔ کوئی تکلیف ہے کیا؟"

بھوپت بدمعاش بھڑک اُٹھا۔ اس نے کبابوں والی تھالی اٹھا کر پرے پھینکی اور قمیض کی آستین چڑھاتا ہوا بولا:

"مُسلا ہو کر میرے ساتھ اونچی آواز میں بات کرتا ہے جانتا نہیں میں کون ہوں؟"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"شکل سے تو کسی قبرستانی چمگادڑ کے رشتہ دار نظر آتے ہو۔"

بھوپت غنڈے کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ منہ ٹماٹر کی طرح لال ہو گیا۔ ناگ نے یہ دیکھا تو بڑے مزے سے ٹانگ ہلاتا ہوا بولا:

"اوہو۔ لگتا ہے میں نے غلط کہہ دیا ہے۔ ناراض کیوں ہوتے ہو چمگادڑ کے نہیں تو گیدڑ کے رشتہ دار ہو گے۔"

سارے ہندو کھسکنے لگے۔ کبابوں والے نے بھی قیمے والا تھال اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور کہا:

"بھائیو۔ میرا کاروبار کیوں خراب کرتے ہو لڑنا ہے تو کہیں پرے جا کر لڑو۔"

بھوپت بدمعاش نے کبابوں والے کو تھپڑ مار کر کہا:

"بکواس نہ کر کتے کی اولاد ورنہ پہلے تیرا پیٹ چاک کر دوں گا۔ چل بھاگ ادھر سے۔"

کبابوں والا تو تھال سنبھالے پرے ہٹ گیا۔ بھوپت بدمعاش نے چاقو نکال لیا اور ناگ کی طرف لپکا۔ ناگ نے ہٹتے ہوئے بھوپت کی کمر پر لات ماری۔ بھوپت غنڈہ پٹخنیاں کھاتا ہوا آگ کے چولہے میں جا گرا۔ اس کا جسم جھلس گیا اور وہ چیخیں مارنے لگا پھر سنبھل کر دانت پیستا ہوا ناگ پر حملہ آور ہوا۔

ناگ نے گہری سانس لی اور ہاتھی بن گیا۔ ابھی بھوپت کے سامنے انسان تھا تو اب ہاتھی کھڑا تھا۔ وہ تو گرتے گرتے بچا۔

دوسرے لوگ بھی دنگ رہ گئے۔ ہاتھی سونڈ اٹھا کر ہولناک انداز میں چنگھاڑا۔ اس نے بھوپت بدمعاش کو سونڈ میں اٹھا لیا اور گھما کر زمین پر دے مارا۔ بھوپت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی تو ہڈیاں بھی سرمہ بن گئیں۔ سارے لوگ بھوت بھوت کا شور مچاتے بھاگ کھڑے ہوئے بازار سنسان ہو گیا۔

ناگ دوبارہ انسان کے روپ میں آ گیا۔ اس نے گھوڑے کو تھپکی دی اور اس پر سوار ہو گیا۔ کباب اب کہاں سے کھاتا کبابوں والا ہی ڈر کر بھاگ چکا تھا۔ ناگ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر روانہ ہو گیا اس نے اب کلکتہ جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد گھوڑا کلکتے کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ اس زمانے میں موٹریں، بسیں، کاریں تو ہوتی نہیں تھیں۔ لوگ قافلوں کی شکل میں گھوڑوں، اونٹوں پر یا پیدل سفر کرتے تھے۔ ناگ چاہتا تو کسی پرندے کی شکل میں اڑتا ہوا کلکتے آ جاتا مگر ناگ نے گھوڑے پر سفر کرنا ہی بہتر سمجھا۔

کئی دن کے سفر کے بعد ناگ کلکتہ کے قریب جنگل میں پہنچ گیا۔ یہ وہی جنگل تھا جس میں وہ مکار جادوگرنی رہتی تھی جس نے ماریا کو بلی بنا دیا تھا۔ اس وقت رات ہو رہی تھی۔ ناگ رات بسر کرنے کی مناسب جگہ تلاش کرتا ہوا جادوگرنی کے پہاڑی غار کی طرف آنے لگا۔

جادوگرنی اس وقت نوجوان کا خون پینے کے بعد

سو رہی تھی۔ سوتے وقت وہ ایک طلسمی الو بنا کر غار سے باہر درخت پر بٹھا دیتی تھی اور جونہی کوئی اس طرف آتا۔ الو اپنی منحوس آواز میں چیخنے لگتا اور جادوگرنی جاگ جاتی۔ اس طلسمی الو نے ناگ کو دیکھ لیا تھا۔

ہو ہو ہو۔ الو نے اپنی منحوس آواز میں چیخ ماری۔

جادوگرنی اٹھ بیٹھی۔ اس نے جھٹ اپنے پلنگ کے پاس پڑا جادو کا آئینہ اٹھا لیا اور منتر پڑھ کر اس پر پھونک ماری۔ آئینہ روشن ہو گیا اور اس پر ناگ کی تصویر ابھر آئی جو گھوڑے پر سوار شاخوں اور جھاڑیوں کو ہٹاتا ہوا آ رہا تھا۔

جادوگرنی کے خونی دانت باہر نکل آئے۔ اس نے خوش ہو کر سوچا کہ چلو کل کا شکار خود بخود ہاتھ آ گیا ہے۔ اب جادوگرنی کا چلہ مکمل ہونے میں صرف دو دن رہ گئے۔ ماریا جو کالی بلی بنی ہوئی تھی اسے بھی جادوگرنی کا جادو واپس لے آیا تھا۔ وہ بھی اس وقت غار میں موجود تھی اور ایک طرف بیٹھی اپنی حالت پر آنسو بہا رہی تھی۔

جادوگرنی نے جلدی جلدی اپنی شکل شریفانہ بنائی اور بیٹھ گئی۔ اس نے جادو کا سارا سامان صندوق میں بند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیا۔ ادھر ناگ غار کے پاس آگیا۔ اس نے جب ایک بڑھیا کو دیکھا تو بولا:

"بڑی اماں۔ آپ یہاں رہتی ہیں کیا؟"

جادوگرنی نے مکاری سے کہا:

"ہاں بیٹا۔ مجھے میرے گرو دیو نے یہاں ٹھہرنے کا کہا ہوا ہے تا کہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر آ جائے تو اس کی مدد کر سکوں۔"

ماریا نے ناگ کی نہ صرف بو سونگھ لی تھی بلکہ اسے پہچان بھی لیا تھا۔ وہ زور سے میاؤں میاؤں کرتی ناگ کے قریب آ گئی۔ وہ اپنی زبان میں کہہ رہی تھی:

"ناگ خبردار ہو جاؤ۔ یہ بڑی مکار جادوگرنی ہے دھوکہ باز ہے۔"

مگر ناگ اس کی زبان کس طرح سمجھ سکتا تھا۔ وہ بولا:

"کیا میں رات یہاں گزار سکتا ہوں؟"

مکار جادوگرنی تو یہی چاہتی تھی۔ جھٹ سے بولی:

"ہاں ہاں بیٹا ضرور رہو۔ مسافروں کی مدد کرنا تو بڑی نیکی کا کام ہے۔"

ناگ چارپائی پر لیٹ گیا۔ ماریا چارپائی پر چڑھ آئی اور اس کے بازو سے منہ رگڑ کر میاؤں میاؤں کرنے

لگی۔ ناگ کو کیا علم تھا کہ یہ اس کی پیاری بہن ماریا ہے۔ بلی کے روپ میں ہونے کی وجہ سے ماریا کے جسم سے آنے والی مخصوص بو بھی ختم ہو گئی تھی۔ اس نے بلی کو پرے ہٹاتے ہوئے کہا:

"بڑی اماں۔ اس بلی کا تو کوئی علاج کرو یہ تو رات کو سونے نہیں دے گی میاؤں میاؤں کیے جا رہی ہے۔"

جادوگرنی نے ماریا کو گردن سے دبوچ لیا اور غار کے دوسری طرف لے جا کر بولی:

"کم بخت۔ تو میرے شکار کو بھگانا چاہتی ہے ٹھہر تجھے ابھی مزا چکھاتی ہوں۔"

جادوگرنی نے ماریا کو لکڑی اٹھا کر پیٹنا شروع کر دیا پھر ایک پنجرے میں بند کر دیا۔ رات گہری ہوئی اور ناگ سو گیا تو جادوگرنی چپکے سے اس کی چارپائی کے سرہانے کھڑی ہو گئی۔ وہ دل میں بڑی خوش ہو رہی تھی کہ کل شکار ڈھونڈنے شہر نہیں جانا پڑے گا۔ اس نے منتر پڑھنا شروع کر دیا تا کہ ناگ کو بھی جانور بنا دے۔

ناگ بڑی طاقت والا سانپ تھا۔ جادوگرنی کا جادو اس پر اثر نہیں کر رہا تھا وہ پریشان ہو گئی۔ وہ غار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے دوسری طرف آ گئی اور جادوگروں کے سردار افراسیاب جادوگر کی دی ہوئی تختی نکال لی اور کہا:

"اے جادو کی تختی۔ بتا یہ نوجوان کون ہے جس پہ میرا جادو اثر نہیں کر رہا۔"

تختی پر عبارت ابھری:

"یہ ایک مقدس راز ہے۔ یہ عظیم ناگ دیوتا کا راز ہے۔"

جادوگرنی بولی:

"اے تختی — تجھے افراسیاب کی قسم۔ مجھے اس راز سے آگاہ کر۔ ورنہ میں تجھے آگ میں جلا دوں گی۔"

تختی پر الفاظ نمودار ہوئے:

"اے جادوگرنی — یہ نوجوان ایک سانپ ہے۔ بڑی طاقت والا سانپ۔ اسے یہ طاقت حاصل ہے کہ انسان اور ہر جانور کا روپ دھار سکتا ہے، اس پر تیرا جادو اثر نہیں کر سکتا۔ جس لڑکی کو تم نے بلی بنا کر رکھا ہوا ہے وہ اس کی بہن ماریا ہے۔"

جادوگرنی اور پریشان ہو گئی اس نے کہا:

"میں اس انسانی سانپ کو کس طرح قابو کر سکتی ہوں جلدی بتا افراسیاب کی تختی۔"

تختی پہ لفظ ابھرے:

"اسے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملا کر بے ہوش کر دے۔ اس کے دل میں خنجر گھونپ کر دل نکال لینا اور خون پی جانا۔ اس کے خون کی طاقت سے تیرے اندر یہ قوت پیدا ہو جائے گی کہ تو بھی جانوروں کا روپ دھار سکے گی اور اُڑ بھی سکے گی۔"

تختی کا رُخ پنجرے کی طرف تھا۔ ماریا بلی بنی تختی پر ابھرنے والے الفاظ پڑھ رہی تھی۔ وہ گھبرا گئی یہ خبیث جادوگرنی تو ناگ کو بھی ختم کرنے کا سوچ رہی تھی۔ جادوگرنی نے تختی صندوق میں رکھ دی اور پنجرے کے پاس آ کر بولی:

"وہ تیرا بھائی ہے تجھی بڑی میاؤں میاؤں کر رہی تھی فکر نہ کر، میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔"

جادوگرنی کے ڈیلے بڑی تیزی کے ساتھ حرکت کر رہے تھے وہ خوش ہو رہی تھی کہ ناگ خود چل کر اس کے جال میں پھنسا ہے۔ ادھر ناگ بڑی بے فکری سے سو رہا تھا اور ماریا پنجرے میں بند یہ سوچ رہی تھی کہ ناگ کو اس خطرناک جادوگرنی سے کس طرح بچایا جائے؟!!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ کی چالاکی

ماریا، بلی بنی پنجرے میں بند تھی۔

اس کا دماغ کام کر رہا تھا۔ اس نے افراسیاب جادوگر کی تختی پر لکھی جانے والی عبارت پڑھ لی تھی۔ اور پریشان تھی کہ کیا کرے۔ خون خوار بوڑھی جادوگرنی ناگ کو بے ہوش کر کے مار ڈالنا چاہتی تھی۔ ماریا کی سمجھ میں نہیں کر رہا تھا کہ ناگ کو کس طرح خبردار کرے کہ جس بڑھیا کو وہ بڑا رحم دل اور مہربان سمجھ رہا ہے وہ ایک مکار جادوگرنی ہے اور اس کی جان لینا چاہتی ہے۔

ماریا کا جسم پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس کی روح بلی کے جسم میں قید تھی اس لیے ناگ اپنی پیاری بہن کی بو بھی محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بڑے آرام سے سو رہا تھا جب کہ خون خوار بڑھیا جادوگرنی غار میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ اس نے ناگ کو بے ہوش کر کے قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا۔

صبح ہوئی تو ناگ جاگ پڑا۔ منہ ہاتھ دھو کر اس نے جادوگرنی سے جانے کی اجازت چاہی تو وہ مکاری سے بولی:

"بیٹا۔ کیا بات کرتے ہو۔ ناشتہ کرائے بغیر تو میں تمہیں جانے نہ دوں گی۔"

ناگ، اس کی مہمان نوازی سے بڑا متاثر ہوا اسے کیا علم تھا کہ یہ بڑھیا اصل میں زبردست جادوگرنی ہے۔ بڑھیا غار کے دوسری طرف آ گئی جہاں ماریا کالی بلی بنی پنجرے میں بند تھی۔ جادوگرنی نے جادو کے زور سے کھانے کا ایک طشت منگوایا اور اس میں بے ہوشی کی دوا ملا دی۔ پھر پنجرے کے پاس آ کر بولی:

"ماریا کی بچی۔ فکر نہ کر۔ ابھی تیرے بھائی ناگ کی لاش تیرے سامنے تڑپ رہی ہو گی۔"

جادوگرنی، کھانے کا طشت لے کر ناگ کے پاس آ گئی اور بولی:

"لو بیٹا۔ یہی روکھی سوکھی ہے۔ میں غریب اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"بڑی اماں۔ یہ تو تمہارا خلوص ہے۔ تم ایسی مہمان نواز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑھیا میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

مکار جادوگرنی دل میں بڑا ہنسی اور کہا:

"بچو۔ ناگ۔ ابھی تجھے مہمان نوازی کا پتہ چل جائے گا۔ جب تیرے گلے پر چھری پھیروں گی۔"

اسی وقت بلی میاؤں میاؤں کرنے لگی۔ ناگ نے منہ بنا کر کہا:

"بڑی اماں۔ یہ کیا مصیبت تم نے پال رکھی ہے ہر وقت میاؤں میاؤں کرتی رہتی ہے۔"

ماریا میاؤں میاؤں کر کے ناگ کو کہہ رہی تھی:

"ناگ بھائی ہوشیار رہو۔ یہ بڑھیا جادوگرنی ہے اور کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی ہے۔ یہ قاتل جادوگرنی تمہیں مار ڈالنا چاہتی ہے۔ ناگ بھائی کھانا مت کھاؤ۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔"

بے چاری ماریا کی میاؤں میاؤں بے کار گئی۔ ناگ تو اس بات سے بے خبر تھا کہ بلی اصل میں اس کی بہن ماریا ہے۔ وہ بلی کی پکار تبھی سمجھ سکتا تھا جب بلی کے روپ میں ہوتا۔ ماریا مسلسل میاؤں میاؤں کر کے چیختے جا رہی تھی۔

ناگ نے کہا:

"اس بلی کو تو چپ کراؤ۔ جان کو ہی آ گئی ہے۔"

مکار جادوگرنی اٹھتی ہوئی بولی:

"ارے بیٹا۔ تم کھانا کھاؤ میں ابھی اس کم بخت بلی کی ایسی خبر لیتی ہوں کہ ساری زندگی یاد رکھے گی۔"

جادوگرنی غار کے دوسری طرف آ گئی اس نے ماریا کو پنجرے سے نکال لیا اور مارتے ہوئے کہا:

"تیرا بیڑہ غرق ــــ سارا کیا کرایا خاک میں ملانا چاہتی ہے۔ کم بخت۔ کمینی۔ الو کی پٹھی۔ اپنے بھائی کو خبردار کرنا چاہتی ہے۔ بس ایک دن اور ہے پھر تجھے ذبح کر کے تیرا کلیجہ اور دل بھون کر کھا جاؤں گی۔"

ماریا کو بڑی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بڑھیا اسے مارتی اور کوستی جا رہی تھی۔ ادھر ناگ نے طشت اٹھا کر گود میں رکھا اور پہلا لقمہ منہ میں ڈالنا ہی چاہتا تھا کہ رک گیا۔ اس کی تیز نظروں نے کھانے میں ملی بے ہوشی کی دوا کو دیکھ لیا تھا۔ ناگ ایک سانپ تھا۔ بڑی طاقت والا غیر معمولی سانپ لے زہر اور دوسری چیزوں کا فوراً علم ہو جاتا تھا۔ ناگ بڑا حیران ہوا کہ آخر یہ بڑھیا اسے بے ہوش کیوں کرنا چاہتی ہے

ناگ نے یہ چالاکی دکھائی کہ اپنی خفیہ طاقت کی مدد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کھانے میں سے بے ہوشی کی ساری دوا منہ میں کھینچ لی اور غار سے باہر تھوک دی۔ اب اس نے کھانا کھانا شروع کیا۔ اس دوران بڑھیا جادوگرنی بھی آ گئی۔ ناگ کو کھانا کھاتے دیکھ کر وہ خوشی سے نہال ہو گئی۔ اس کا منصوبہ کامیاب ہو رہا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد ناگ آنکھیں جھپکتا ہوا بولا:

"بڑی اماں۔ یہ مجھے نیند کیوں آ رہی ہے۔ اسے میری آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہیں"

بڑھیا جادوگرنی سمجھی۔ بے ہوشی کی دوا اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ خوش ہو کر کہا:

"اے بیٹا ۔۔ پتہ نہیں کتنا سفر کر کے آئے ہو۔ تھکن سے یہ حال ہو رہا ہے سو جاؤ۔ شاباش سو جاؤ"

ناگ جھوٹ موٹ چارپائی پر گر پڑا اور آنکھیں بند کر خراٹے مارنے لگا۔ خون خوار جادوگرنی نے خوش ہو کر اپنا پورا منہ کھول کر چیخ ماری۔ اور ناچنے لگی۔ ناگ ایک آنکھ تھوڑی سی کھول کر سب دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ بڑھیا کا مہربان چہرہ بے حد ڈراؤنا ہو گیا ہے۔ زرد اور خون آلود دانت باہر جھانکنے لگے ہیں اور بڑھیا کے چہرے پر لعنت اور خباثت برسنے لگی ہے۔ ناچتے ہوئے

بڑھیا نے اپنے لباس سے لمبی چھری نکال لی اور لہرا کر خود کلامی کے انداز میں بولی:

"اے سانپ کے بچے۔ ابھی چھری تیز کر کے لاتی ہوں اور تیرے سینے میں گھونپتی ہوں۔ تیرا خون پینے سے مجھے جانوروں کا روپ بدلنے کی طاقت مل جائے گی"

جادوگرنی ناچتی ہوئی غار سے باہر نکل گئی۔ ناگ اٹھ بیٹھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ بڑھیا کوئی جادوگرنی ہے اور اس بات سے باخبر ہے کہ میں اصل میں ایک سانپ ہوں۔ اسی وقت ماریا نے بڑے درد ناک انداز میں میاؤں میاؤں کی۔ وہ روتی ہوئی یہ کہہ رہی تھی کہ اے خدا میرے ناگ بھائی کی مدد کر۔ اسے جادوگرنی کے شر سے محفوظ فرما ۔۔ ناگ کچھ سوچ کر غار کے دوسری طرف بڑھا۔

ادھر آتے ہی اس نے دیکھا ماریا کا جسم گھٹنوں تک زمین میں دھنسا کھڑا ہے اس کا جسم اور سنہری بال سب پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ ناگ کی آنکھوں میں خون اتر آیا کہ اس بدبخت جادوگرنی نے ماریا کو پتھر کا بنا رکھا ہے۔ کالی بلی یعنی ماریا نے ناگ کو دیکھا تو رونا بند کر دیا اور ناگ کی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے میاؤں میاؤں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر کے ناگ کو بتانا چاہا کہ میں ماریا ہوں۔ میں ماریا ہوں۔

ناگ نے جب یہ دیکھا کہ بلی نے اسے دیکھتے ہی رونا بند کر دیا ہے۔ اور گردن ہلاتی ہوئی یوں میاؤں، میاؤں کر رہی ہے جیسے اسے کچھ بتانا چاہتی ہے۔ اس نے سوچا ممکن ہے یہ بھی کوئی انسان ہو اور جادوگرنی نے اسے بلی بنا رکھا ہو۔ وہ جھٹ گہری سانس لے کر بلی بن گیا اور بلیوں کی آواز میں کہا:

"تم کون ہو؟"

ماریا نے فوراً جواب دیا:

"ناگ بھائی۔ میں ماریا ہوں۔ اس خبیث جادوگرنی نے میری روح اس بلی کے جسم میں قید کر رکھی ہے۔ وہ مجھے ذبح کر دینا چاہتی ہے تاکہ پورے ہندوستان کی چڑیلوں اور بھوتوں کی ملکہ بن جائے۔"

یہ کہہ کر ماریا نے ناگ کو ساری کہانی سنا دی:

ناگ نے کہا:

"میں اس مکار جادوگرنی کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

ماریا بولی:

"مجھے یہ بڑی حرامی جادوگرنی لگتی ہے۔ آسانی سے نہیں مرے گی ممکن ہے اس نے اپنی جان کسی اور شے میں

چھپا رکھی ہو۔ تمہارے حملے سے اگر جادوگرنی نہ مری تو وہ میری گردن مروڑ ڈالے گی۔"

ناگ نے گھبرا کر کہا:

"پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

ماریا بولی:

"جادوگرنی کے اس صندوق میں جادوگری کا سامان بند ہے اس میں افراسیاب جادوگر کی جادو کی تختی بھی ہے اس تختی سے جو پوچھو بتاتی ہے تم تختی نکال لو اور اس سے پوچھو۔"

ناگ نے انسان کے روپ میں آ کر صندوق سے تختی نکال لی اور کہا:

"اے افراسیاب کی تختی۔ بتا جادوگرنی اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟"

تختی پر الفاظ اُبھرے:

"جادوگرنی جنگل کے ایک چشمے میں نہانے کے بعد اپنی چھری تیز کر رہی ہے۔"

ناگ کو اطمینان ہوا کہ ابھی جادوگرنی کو واپس آنے میں کچھ دیر لگے گی۔ اس نے پوچھا:

"اے تختی۔ جلدی بتا میں کس طرح جادوگرنی کو ہلاک کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکتا ہوں؟"

تختی ہولے سے کانپی پھر اس پر الفاظ نمودار ہوئے:

"جادوگرنی کی جان ایک انسانی ڈھانچے میں ہے جو اس غار کے نیچے زمین کی تیسری تہہ میں بنے ایک کمرے میں موجود فولادی صندوق میں بند ہے۔ اگر اس انسانی ڈھانچے کو توڑ دیا جائے تو جادوگرنی مر جائے گی مگر ایک بات یاد رکھو۔ جادوگرنی نے وہاں ایک طلسمی پتلا بٹھا رکھا ہے جو کسی کو زندہ نہیں چھوڑتا۔"

تختی سے الفاظ غائب ہو گئے تو ناگ نے کہا:

"میں اس کمرے تک جانے کا راستہ کیسے تلاش کروں؟"

تختی پر الفاظ اُبھر آئے:

"تم اس تختی کو غار کی بائیں دیوار سے لگا دو۔ راستہ نمودار ہو جائے گا۔ بس اس سے زیادہ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔"

ناگ نے تختی کو غار کی بائیں دیوار سے لگا دیا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ وہاں ایک دروازہ نمودار ہوا اور پرانے پتھروں کا ایک زینہ نظر آنے لگا۔ ناگ نے خدا کا نام لیا اور سانپ بن کر زینے کی دیوار پر رینگتے ہوئے نیچے اُترنا شروع کر دیا۔ تختی اس نے غار

میں ہی چھپا دی تھی۔

زینہ کافی نیچے تک چلا گیا تھا اور آگے ایک سرنگ آ گئی تھی۔ سرنگ کے تنگ راستے میں گھُپ اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کائنات کی ساری تاریکیاں یہاں اُمنڈ آئی ہیں۔ ناگ سانپ کی شکل میں تھا اور سانپ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا ہے۔

ناگ بڑی تیزی سے رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ سرنگ کبھی دائیں طرف مڑتی اور کبھی بائیں طرف۔ آگے جا کر پانی آ گیا۔ یہاں سرنگ چوڑی ہو گئی تھی اور اس میں کئی فٹ تک پانی کھڑا تھا۔ یہ پانی گدلا تھا اور اس میں سے عجیب سی سڑاند اٹھ رہی تھی۔ ناگ کو ایسا محسوس ہوا جیسے یہ پانی بھی جادو کا ہے اور سالوں سے سرنگ میں کھڑا ہے۔ کچھ اور آگے جا کر سرنگ نیچے کی طرف جانے لگی۔

یہاں سرنگ کی دیواروں پر کائی جمی ہوئی تھی اور زبردست پھسلن تھی۔ ناگ دیوار پر رینگتے ہوئے بار بار پھسل جاتا تھا۔ تنگ آ کر اس نے انسان کی شکل اختیار کی اور پانی میں چلنے لگا۔ پانی اس کی کمر تک تھا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جوں جوں وہ آگے جا رہا تھا پانی مزید گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

اچانک سرنگ کسی سانپ کی تیز پھنکار سے گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی شڑاپ کی آواز کے ساتھ سبز رنگ کا پھنیر سانپ پانی میں آ گرا۔ یہ سانپ سرنگ کی دیوار میں چھپا ہوا تھا۔ یہ سالوں سے اسی سرنگ میں رہ رہا تھا اور یہاں کے پانی کی سڑاند نے سانپ کے دماغ پر یہ اثر کیا تھا کہ وہ ناگ کے جسم سے اٹھنے والی مخصوص بُو کو بھی محسوس نہ کر سکا۔

ناگ اپنی جگہ رُک چکا تھا اور بڑی دلچسپی سے پھنیر سانپ کو دیکھ رہا تھا جو پھن پھیلا کر پھنکاریں مارتا پانی کی سطح پر تیرتا ہوا ناگ کی طرف آ رہا تھا۔ سانپ کی سرخ آنکھیں نگینوں کی طرح چمک رہی تھیں اور دو شاخی زبان لہرا رہی تھی۔ ناگ کے قریب آ کر وہ زور سے پھنکارا۔

سانپ نے اپنے جسم کو بل دے کر ناگ پر حملہ کیا اور اپنے دانت ناگ کے بازو میں پیوست کر کے سارا زہر انڈیل دیا مگر ناگ پر اس زہر کا کیا اثر ہوتا۔ اُلٹا اس کا زہریلا خون سانپ کے جسم میں پہنچا تو سانپ تڑپنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مر گیا۔ ناگ نے سانپ

کی لاش اٹھا کر ایک طرف پھینک دی اور آگے بڑھنے لگا۔

کچھ آگے جا کر ناگ نے محسوس کیا کہ سرنگ کا پانی گرم ہونے لگا ہے اور جوں جوں وہ آگے جا رہا ہے پانی اور گرم ہوتا جا رہا ہے۔ ناگ نے سوچا اگر وہ انسان کے روپ میں رہا تو گرم پانی اس کا جسم جلا ڈالے گا۔ وہ فوراً گہرا سانس لے کر افریقی صحراؤں کا وہ کالا سانپ بن گیا جس کے جسم پر مچھلی کی طرح سے سخت جلد ہوتی ہے اور اس جلد پر گرم کیا کھولتا ہوا پانی بھی اثر نہیں کر سکتا۔

پانی گرم ہوتا چلا گیا۔

پھر وہ مقام بھی آیا جہاں پانی شوں شوں کی آواز کے ساتھ کھول رہا تھا۔ اس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ناگ نے دل میں سوچا کم بخت جادوگرنی نے ڈھانچے کی حفاظت کا بڑا زبردست انتظام کر رکھا ہے۔ کھولتے ہوئے پانی سے گزر کر ناگ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا۔

یہاں ہر طرف انسانی ڈھانچے بکھرے ہوئے تھے۔ کمرے میں زرد رنگ کی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ بڑا خوفناک ماحول تھا۔ کمرے کی دیوار کے ساتھ فولادی صندوق پڑا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور صندوق کے پاس ہی گوشت کا ایک بڑا لوتھڑا سا پڑا تھا جو ہولے ہولے ہل رہا تھا۔ ناگ کے کمرے میں داخل ہوتے ہی گوشت کے اس لوتھڑے میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس کے نچلے حصے سے بانس کی طرح پتلی پتلی دو ٹانگیں نکل آئیں۔ دو بازو بھی بن گئے اور سر کی جگہ گول گیند سا بن گیا۔ یہ طلسمی پتلا تھا۔ طلسمی پتلے نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ خطرہ۔ خطرہ۔ خطرہ۔ چلاتے وقت گوشت کے لوتھڑے کا اوپر والا حصہ کسی صندوق کی طرح کھل کر پیچھے ہٹ جاتا اور کالے رنگ کی لمبی زبان نکل کر ہوا میں لہرانے لگتی!!

◎

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

طلسمی پتلا اور ڈھانچہ

اس عجیب طلسمی پتلے کو دیکھ کر ناگ حیران رہ گیا۔ وہ جلدی سے ایک ڈھانچے کی کھوپڑی میں گھس گیا۔ اسی وقت فولادی صندوق کا ڈھکن ایک دھماکے کے ساتھ خود بخود اوپر اٹھ گیا اور اس میں سے ایک انسانی ڈھانچہ نکلا۔ ڈھانچے کی ہڈیاں کڑکڑانے سے بڑی دہشتناک آواز گونج رہی تھی۔ ڈھانچے کی کھوپڑی پھرکی کی مانند چاروں طرف گھومنے لگی۔

ڈھانچے کا جبڑا ہلا۔ کمرے میں ایسی آواز آئی جیسے کئی اژدہے پھنکارے ہوں پھر ڈھانچے کے منہ سے غرّاہٹ نما آواز نکلی:

"اے طلسمی پتلے۔ یہاں کوئی ہے میں اسے دیکھ نہیں سکتا مگر مجھے اس کے سانس لینے کی آواز سنائی دے رہی ہے وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اسے ڈھونڈ۔ تلاش کر اور مار ڈال۔ مار ڈال!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طلسمی پتلے کے سر کا ڈھکن اُٹھا۔ کالی زبان لہرائی۔
اس نے چیخ مار کر کہا:
"کس کی موت اسے یہاں کھینچ لائی ہے۔ میں اسے بڑی عبرت ناک موت ماروں گا۔"
یہ کہہ کر طلسمی پتلا کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔ ناگ کھوپڑی میں چھپا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ طلسمی پتلے کی آنکھیں نہیں ہیں مگر پھر بھی اسے نظر آتا ہے۔ صندوق میں کھڑے ڈھانچے کی گردن بدستور پھرکی کی طرح چکر کاٹ رہی تھی پھر گھومتی ہوئی گردن رک گئی۔ ڈھانچے نے صندوق میں اچھل کر کہا:
"طلسمی پتلے۔ وہ اس طرف کسی ڈھانچے میں چھپا بیٹھا ہے۔ پکڑ لے اسے بچ کر نہ جانے پائے۔"
بڑا ہی حرامی قسم کا ڈھانچہ تھا اس کی گردن کا رُخ اس طرف تھا جدھر ناگ چھپا ہوا تھا۔ طلسمی پتلے کے سر کا ڈھکن بار بار اُٹھنے لگا۔ اور کالی زبان لہرانے لگی۔ وہ چیخیں مارتا اپنی پتلی پتلی ٹانگوں پر دوڑتا ادھر آگیا۔ اور سارے ڈھانچوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ ناگ گھبرا گیا اور جلدی سے چیونٹی بن کر کھوپڑی سے نکل کر دیوار سے چمٹ گیا۔ طلسمی پتلے نے سارے ڈھانچوں کی تلاشی لی

اور کہا:
"وہ یہاں نہیں ہے کیا تم بھی اسے نہیں دیکھ سکتے ہو؟"
ڈھانچے نے گردن گھماتے ہوئے خرخراتی آواز میں کہا:
"نہیں وہ مجھے نظر نہیں آ رہا۔ میں اس کے سانس لینے کی بڑی مدھم آواز سن رہا ہوں۔ وہ انسان کی شکل میں نہیں ہے۔"
طلسمی پتلے نے چیخ مار کر کہا:
"میرے ذہن کی سلیٹ پر بھی لفظ خطرہ لکھا گیا ہے اور بار بار جل بجھ رہا ہے مگر میں کیا کروں وہ مجھے مل نہیں رہا ہے۔ میں اسے کس طرح مار سکتا ہوں۔ اف میں کیا کروں۔"
غصے کے مارے طلسمی پتلے کے سر کا ڈھکن اُٹھ چکا تھا اور اس میں سے شعلے نکل رہے تھے اور کالی زبان ان شعلوں کے درمیان میں لہرا رہی تھی۔ ناگ چیونٹی کی شکل میں دیوار سے چمٹا سوچ رہا تھا کہ اس طلسمی پتلے اور ڈھانچے سے کس طرح نمٹے۔ وہ چیونٹی کی شکل میں دیوار سے اتر کر طلسمی پتلے کی طرف بڑھا۔ طلسمی پتلے کے پاس پہنچتے ہی ناگ جھٹ سے سانپ بن گیا اور پھن پھیلا کر پھنکارا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طلسمی پتلا اپنی پتلی پتلی ٹانگوں پر ناگ کی طرف گھوم گیا۔ ناگ نے بڑی پھرتی کے ساتھ اچھل کر طلسمی پتلے کے جسم پر ڈس لیا۔ طلسمی پتلا چیخیں مارتا ہوا کمرے میں چکر کاٹنے لگا پھر گر گیا اور اس کا جسم پانی بن کر بہنے لگا اور اس کے سر سے ایک طلسمی پرندہ نکل کر باہر کو پرواز کر گیا۔ انسانی ڈھانچہ یہ دیکھ کر جلدی سے فولادی صندوق میں چھپ گیا۔

ادھر جادوگرنی چھری تیز کرنے کے بعد غار کی طرف واپس آ رہی تھی کہ طلسمی پرندہ آ پہنچا۔ اس نے جادوگرنی کے سر پر دو چکر کھائے اور چلایا:

"اے جادوگرنی۔ طلسمی پتلا ایک سانپ کے ہاتھوں مارا گیا"

اتنا کہہ کر پرندہ زمین پر گرا اور جل کر راکھ بن گیا۔ جادوگرنی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چیخیں مارتی غار کی طرف لپکی۔ ناگ کو چارپائی سے غائب اور زمین کے نیچے بنے خفیہ کمرے کا دروازہ کھلا پایا تو اسے موت سامنے نظر آنے لگی۔ وہ شور مچاتی زینہ اتر کر سرنگ میں بھاگنے لگی۔

ادھر ناگ نے انسانی شکل میں آ کر فولادی صندوق کا ڈھکن اٹھا دیا۔ ڈھانچے نے ڈراؤنی آواز میں چلانا

شروع کر دیا۔ ناگ نے ڈھانچے کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر دیوار سے دے مارا۔ خوف ناک دھماکہ ہوا۔ ڈھانچے کی ہڈی ہڈی علیحدہ ہو گئی۔ کمرہ ہیبت ناک کراہوں سے گونج اٹھا:

اسی وقت دھاڑتی، چیختی جادوگرنی آ پہنچی۔ اس کے جسم سے خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ گر کر مر گئی۔ جادوگرنی کے مرتے ہی سارا طلسم ختم ہو گیا۔ ناگ اب اس غار میں کھڑا تھا جہاں سے روانہ ہوا تھا۔

ماریا کا بت غائب ہو چکا تھا اور کالی بلی مری پڑی تھی۔ ناگ کو ماریا کی خوشبو آ رہی تھی وہ سمجھ گیا کہ ماریا کی روح واپس اس کے جسم میں پہنچ چکی ہے اور ماریا اپنی اصلی حالت میں آ گئی ہے۔

ناگ نے کہا:

"ماریا بہن۔ تم ٹھیک تو ہو نا؟"

ماریا نے کہا:

"ہاں ناگ بھائی۔ خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیج دیا۔ اُف خدایا۔ کس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرح بھیانک جادوگرنی نے مجھے بلی بنا دیا تھا۔ شکر ہے تم بھی نئی زندگی پا گئے ہیں تو تمہیں دیکھنے کو ترس گئی تھی۔ ارے عنبر بھائی کہاں ہے؟"

ناگ نے کہا:

"عنبر کا تو مجھے علم نہیں۔ چلو اب تم مل گئی ہو۔ دونوں مل کر عنبر کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

اس کے بعد ناگ نے ماریا کو اپنی ساری کہانی سنائی اور ماریا نے اسے بتایا کہ سامری جادوگر کے جادو سے اس کی ساری خفیہ طاقتیں چھین لی ہیں۔ اب وہ نہ تو شعاع بن کر دیوار سے گزر سکتی ہے۔ نہ کئی دن تک بھوکی پیاسی رہ سکتی ہے اور نہ ہی ہوا میں اڑ سکتی ہے۔

ناگ نے کہا:

"اس سامری جادوگر کے بچے سے بھی نبٹنا ہی پڑے گا۔"

دونوں غار سے نکل آئے۔ غار کے باہر ناگ کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ ناگ اور ماریا گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف چل دیئے۔ سورج طلوع ہو چکا تھا۔ جنگل خوب گھنا تھا۔ درختوں کی شاخیں ایک دوسرے سے گتھی ہوئی تھیں اور یوں ایک چھت سی بن گئی تھی۔ زمین نرم اور گیلی تھی۔ کہیں کہیں جانوروں کے پیروں اور پنجوں کے نشانات

نمایاں تھے۔ درختوں پر بندر کثرت سے تھے اور منہ چڑاتے ہوئے جھولا جھول رہے تھے۔

گھوڑا دوڑاتے وہ جنگل سے نکل آئے اور شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر میں خوب رونق تھی۔ بازاروں میں کھانوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی اور ہندو و مسلمان بیٹھے کھا رہے تھے۔ آج سے کئی سو برس پہلے کا کلکتہ شہر بڑا پر سکون تھا۔ نہ کاریں، نہ رکشہ، نہ سکوٹر اور موٹر سائیکل اور نہ ہی ریلوے انجنوں کی چھک چھک۔ آبادی بھی زیادہ نہ تھی لوگ عموماً گھوڑوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کرتے۔ عورتوں کے لیے ڈولی ہوا کرتی تھی اور امیر، وزیر چار گھوڑوں والی بگھی استعمال کرتے تھے۔

ناگ نے ایک سرائے میں قیام کیا۔ یہ دو منزلہ سرائے تھی جس کے کمرے بڑے اور آرام دہ تھے۔ کمرے میں ایک بستر لگا ہوا تھا۔

ناگ نے کہا:

"ماریا بہن۔ تم بستر پر سو جایا کرنا۔ میں زمین پر پڑا رہوں گا۔"

ماریا نے کہا:

"سونے کی بات بعد میں کرنا۔ پہلے کھانا تو منگواؤ بھوک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے مارے جان نکلی جا رہی ہے۔"

ناگ نے ملازم کو بلا کر دو آدمیوں کا کھانا لانے کا حکم دیا۔ ملازم نے یہ سن کر کمرے میں نظریں دوڑائیں اسے ماریا تو نظر آ نہیں سکتی تھی وہ بولا:

"جناب۔ آپ نے دو آدمیوں کا کھانا کہا ہے نا؟"

ناگ نے کہا:

"اوہو۔ بات یہ ہے کہ میں ذرا کھاتا زیادہ ہوں۔ جان ہے تو جہان ہے۔"

ملازم سر کھجاتا چلا گیا وہ سوچ رہا تھا کہ شکل اور جسم سے تو یہ پہلوان نظر آتا نہیں پھر دو آدمیوں کا کھانا کیسے کھائے گا۔ بہرحال ملازم کھانا لے آیا۔ ماریا اور ناگ نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر ناگ بولا:

"ماریا بہن۔ تم آرام کرو میں ذرا شہر کی سیر کر کے آتا ہوں۔"

ناگ چلا گیا اور ماریا بستر پر لیٹ گئی۔ اتنے میں ملازم برتن لینے آ گیا۔ برتن اٹھاتے ہوئے اتفاقاً نوکر کی نظر بستر پر جا پڑی۔ اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ بستر پر آدھا کمبل اس طرح ابھرا ہوا تھا جیسے کسی نے اوڑھ رکھا ہو۔ دراصل ماریا نے صرف ٹانگوں پر کمبل لیا ہوا تھا۔ ملازم

نے آنکھیں مل کر دیکھا۔ ماریا ملازم کی پریشانی دیکھ کر مسکرا رہی تھی اسے جو مذاق سوجھا تو اس نے کمبل ٹانگوں سے اتار دیا۔

ملازم نے کمبل کو خود بخود اکٹھا ہوتے دیکھا تو اس غریب کی گھگھی بندھ گئی۔ پسینے چھوٹ گئے۔ ماریا ہولے سے ہنسی۔ اب تو ملازم کا جسم کانپنے لگا۔

ماریا نے کہا:

"اے۔ تم میرے دوست بنو گے میں اس کمرے کی بھوتنی ہوں آؤ میرے پاس آ جاؤ۔"

ملازم تو برتن چھوڑ چیخ مار کر دروازے کی طرف لپکا اور بھاگ گیا۔ وہ سیدھا سرائے کے مالک کے پاس پہنچا۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے اور رنگ اڑا ہوا تھا۔

ملازم کا یہ حال دیکھ کر مالک بھی گھبرا گیا اور پوچھا:

"کیا ہوا ہے کوئی بھوت دیکھ لیا ہے کیا تم نے؟"

مالک نے تو مذاق میں بھوت کا کہا تھا مگر ملازم کے تو ہوش اڑے جا رہے تھے۔ بھوت کا سنا تھا کہ وہ چیخ مار کر مالک سے لپٹ گیا اور دونوں دھڑام سے زمین پر آ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے ملازم کے حواس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹھکانے آئے اور اس نے ساری بات مالک کو بتا دی۔ بھوت کا سن کر مالک پریشان ہو گیا۔ اس نے جھٹ سے چھانگلو جادوگر کو بلا بھیجا۔

چھانگلو بس نام ہی کا جادوگر تھا۔ اس نے جادوگری کا ڈھونگ رچا رکھا تھا اور لوگوں کا مال بٹور کر کھا جاتا تھا۔ وہ سور کی طرح موٹا تگڑا تھا۔

چھانگلو فوراً ہی آ گیا اور آتے ہی بولا:

"کیا بات ہے؟"

سرائے کے مالک نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"چھانگلو جادوگر صاحب، میری سرائے میں ایک بھوتنی گھس آئی ہے، ذرا اسے ایسا مزا چکھائیے کہ پھر ادھر کا رخ نہ کرے۔"

چھانگلو بڑا خوش ہوا کہ ایک گاہک پھنسا ہے۔ وہ مرغ کی طرح اکڑ کر بولا:

"میں اس بھوتنی کے چودہ طبق روشن کر دوں گا۔ مار مار کر اس کی کھوپڑی پلپلی کر دوں گا۔"

سرائے کا مالک اسے ساتھ لے کر کمرے میں آ گیا۔ چھانگلو آتے ہی ناک سکیڑ کر سونگھنے پھر بولا:

"بھوتنی کی خوشبو بتاتی ہے کہ بڑی خطرناک ہے اس کا

مقابلہ کرنے کے لیے مجھے خوب کھانا پڑے گا۔ تم ایسا کرو ایک درجن اُبلے ہوئے انڈے، ایک بھنی ہوئی مرغابی دودھ اور مکھن لاؤ۔"

سرائے کے مالک کو تو اتنی چیزوں کا سن کر غش آ گیا بولا:

"چھانگلو مہاراج۔ چیزیں کچھ کم نہیں ہو سکتی ہیں؟"

چھانگلو فرش سے اچھل کر چلایا:

"غضب کرتے۔ بھوتنی کا مقابلہ معمولی بات نہیں ہے جاؤ جلدی سے لاؤ۔"

مالک مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق ساری چیزیں لے آیا۔ ماریا ایک طرف کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ چھانگلو نے مفت کا مال اڑانا شروع کر دیا پھر ڈکار مار کر بولا:

"اب تم سب کمرے سے نکل جاؤ ابھی میرا بھوتنی سے مقابلہ ہو گا۔"

سرائے کا مالک بولا:

"بھوتنی کی اچھی طرح خبر لیجئے گا۔ پھر ادھر آنے کا نام نہ لے۔"

چھانگلو اکڑ کر اور چھاتی پر ہاتھ مار کر بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے دس برس تک افریقہ میں جادو سیکھا ہے گھاس نہیں کاٹی۔ ابھی بھوتنی کو وہ جھانپڑ دوں گا کہ بس نانی بلکہ پڑنانی یاد دلا دوں گا۔ ارے میں تو کئی سو بھوتوں کو کچا ہڑپ کر چکا ہوں۔"

سرائے کا مالک اور ملازم چلے گئے۔ چھانگلو نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور مزے سے بستر پر لیٹ کر سیٹی بجانے لگا۔ ماریا کو اس مکار انسان پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر چھانگلو کے منہ پر ایک کرارہ تھپڑ مارا۔ چھانگلو کے ہاتھوں کے طوطے پھُرر سے اُڑ گئے۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ سرائے کے مالک کو بھوت کا وہم ہوا ہے۔ مگر یہاں تو سچ مچ کا بھوت تھا۔

چھانگلو نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر بستر سے اٹھ کر دروازے کی طرف لپکا مگر ماریا نے گردن سے پکڑ کر واپس گھسیٹ لیا اور گنجے سر پر زور دار دھول جمائی۔ چھانگلو بولا:

"واہ واہ۔ زہے نصیب۔ بھوتنی جی بڑا خوش قسمت ہوں کہ آپ کے ہاتھوں مار پڑ رہی ہے۔ آہا۔ میری قسمت جو مجھے دور سے یہاں مار کھانے کے لیے لے آئی۔ ایک اور تھپڑ لگایئے ذرا زور دار قسم کا۔"

ماریا کو چھانگلو کی خوشامد پر ہنسی آ گئی اس نے گنجے اور چکنے سر پر تھپڑ مارا۔ ایسی آواز آئی جیسے ڈھول پر ضرب پڑی ہو۔ چھانگلو نے جھوم کر کہا:

"آہا۔ مزا آ گیا۔ بھوتنی جی میں نے تو سر ہی اس لیے منڈوایا تھا کہ آپ کے تھپڑ کھاؤں۔ ارے میری پیاری بھوتنی نیاری بھوتنی، دلاری بھوتنی۔ بس ایک تھپڑ اور ماریئے۔"

دراصل چھانگلو نے ایک سادھو سے سن رکھا تھا کہ اگر بھوتوں کی خوشامد کی جائے تو وہ انسان کو چھوڑ دیتے ہیں یہی وجہ تھی کہ تھپڑ کھا کر بھی جھوم رہا تھا حالانکہ اس کو اپنی نانی یاد آ گئی تھی۔

ماریا نے کہا:

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ کئی سو بھوتوں کو ہڑپ کر چکے ہو۔ اب تمہاری بہادری کدھر گئی؟"

چھانگلو نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"وہ تو میں مذاق کر رہا تھا ورنہ میرے تو بھوتوں کے ساتھ خاندانی تعلقات ہیں۔ میرے نانا بھوت بادشاہ کے بچوں کو ناچ گانا سکھایا کرتے تھے وہ بھوتوں کے وزیر خاص تھے۔"

ماریا کو بڑی ہنسی آئی اس نے کہا:

"میں تو تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گی۔ کچا چبا کر کھاؤں گی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کئی دن سے بھوکی ہوں۔ تمہاری سور ایسی موٹی گردن کا گوشت بڑا لذیذ ہو گا اس کے کباب بناؤں گی۔"

اب تو چھانگلو کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔ دل میں سوچا یہ بھوتنی تو خوشامد سے بھی نہیں مانی اب کیا کروں۔ سوچا، معافی مانگنی چاہیے۔ وہ گڑگڑایا:

"بھوتنی جی۔ اس بار جان بخشی کر دو پھر میری توبہ۔ کبھی بھوتوں سے مقابلے کا نہیں سوچوں گا۔"

ماریا نے اس کے پھولے ہوئے پیٹ پر مکا مار کر کہا:

"سرائے کے مالک کا جو مال ہڑپ کیا ہے جلدی سے اس کے پیسے نکالو۔ جلدی جلدی۔"

چھانگلو نے کہا:

"بھوتنی جی پیسوں کے بدلے چند اور تھپڑ میری گنجی کھوپڑی پر مار لیجیے۔"

ماریا نے غصے سے کہا:

"بکواس بند کرو۔ ورنہ کچا ہی ہڑپ کر جاؤں گی۔ چلو پیسے نکال کر بستر پر رکھ دو۔"

چھانگلو نے جیب سے سونے کے سکے نکال کر بستر پر ڈال دیئے۔ ماریا نے اس کی کمر پر لات مار کر کہا:

"بھاگ جاؤ یہاں سے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے پھر غصہ آ

جائے اور میں تمہیں کھا جاؤں۔"

چھانگلو تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ نیچے سرائے کا مالک اس کا انتظار کر رہا تھا اس نے پوچھا:

"مہاراج بھوتنی بھاگ گئی نا؟"

چھانگلو نے کمر سہلاتے ہوئے کہا:

"ہائے مر گیا۔ بڑی ظالم بھوتنی ہے ارے یہ کسی کے بس کی نہیں ہے۔ ہائے۔ بڑا بھاری ہاتھ ہے کم بخت کا۔ کھوپڑی پلپلی ہو گئی ہے۔ اوئی ماں جی۔"

سرائے کے مالک کا منہ لٹک گیا۔ اس نے کہا:

"وہ اُبلے انڈے، بھنی مرغابی اور دودھ مکھن — وہ کس حساب میں گیا؟"

چھانگلو نے آنکھیں نکال کر کہا:

"اور بھوتنی نے مجھے جو پھینٹی لگائی ہے اس کا حساب کون کرے گا۔ ہائے۔ دو تھپڑوں میں ہی دماغ ہلا دیا کم بخت نے۔"

چھانگلو یہ کہہ کر سرائے سے چلا گیا۔ مالک پریشان ہو گیا کہ اب کیا کرے۔ شام کے وقت ناگ واپس سرائے میں آیا اور اوپر جانے لگا تو مالک نے روک لیا اور بولا:

"جناب گڑبڑ ہو گئی۔ آپ کے کمرے پر کسی بھوتنی نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبضہ جما لیا ہے۔ نکلتی ہی نہیں۔"

ناگ سمجھ گیا کہ ماریا نے کوئی شرارت کی ہو گی۔ مگر حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا:

"بھوتنی۔ وہ کہاں سے آ گئی۔ اب میں کیا کروں۔ آپ کی سرائے میں تو یہی ایک کمرہ خالی تھا۔"

سرائے کا مالک سر کھجاتا ہوا بولا:

"ہاں یہ مسئلہ تو ہے۔ کمرہ تو اور کوئی بھی خالی نہیں ہے۔"

ناگ نے کہا:

"ٹھیک ہے میں اسی کمرے میں چلا جاتا ہوں بھوتنی سے خود ہی نبیٹ لوں گا۔"

سرائے کا مالک اسے روکتا ہی رہ گیا!!

ماریا اور ناگ کو یہیں چھوڑ کر ہم عنبر کے پاس امریکہ چلتے ہیں۔

عنبر قبرستان سے نکل کر شہر کی طرف آ رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ راستے میں ایک پرانے گرجے کا کھنڈر تھا۔ گرجے کے مینار ٹوٹ چکے تھے دیواروں میں جا بجا دراڑیں پڑی ہوئی تھیں۔ عنبر نے سوچا اب کہاں سرائے

میں جاؤں گا۔ یہاں اس ٹوٹے گرجے میں آرام کرنا چاہیے یہ سوچ کر عنبر گرجے کی طرف بڑھا۔

ہر طرف بھیانک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جھاڑیاں اور عجیب عجیب شکلوں کے خود رو پودے اُگے ہوئے تھے۔ تیز ہوا سے یہ پودے لہرا رہے تھے اور چاندنی میں ان کے لہراتے سائے بڑا ہیبت ناک منظر پیش کر رہے تھے۔ عنبر گرجے میں آ گیا اور جگہ صاف کر کے لیٹ گیا۔ ٹھنڈی اور تیز ہوا سے جلد ہی وہ اونگھنے لگا اور سو گیا۔

یہ ویران گرجا دو خونی امریکن ٹھگوں کا ٹھکانا تھا۔ وہ دن بھر وارداتیں کرتے اور رات کو گرجے میں آ کر اپنا مال چھپا دیتے۔ اس رات بھی دونوں ٹھگ واپس آئے۔ تو انہوں نے عنبر کو سوتے پایا۔ ٹھگ تو خوش ہو گئے کہ ایک شکار قابو آ گیا ہے۔ ایک ٹھگ نے کہا:

"رچرڈ۔ یہ ضرور کوئی مسافر ہے۔ اس کے پاس مال ہو گا اسے ٹھکانے لگا دو۔"

رچرڈ نے قہقہہ لگا کر جیب سے کالا رومال نکال لیا۔ یہ خونی رومال رچرڈ کا سب سے بڑا ہتھیار تھا وہ رومال اپنے شکار کی گردن میں ڈال کر اس طریقے سے جھٹکا دیتا کہ شکار کی گردن ٹوٹ جاتی۔ رچرڈ نے رومال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑے عنبر کے گلے میں ڈال دیا اور جھٹکا دیا۔

عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ دو امریکی اس کے سر پر کھڑے ہیں وہ سمجھ گیا کہ یہ اسے مارنا چاہتے ہیں عنبر نے جان بوجھ کر اسی طرح ہاتھ پاؤں مارے گویا مر رہا ہے پھر اس نے جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ امریکن رچرڈ نے اس کے گلے سے رومال نکال لیا اور بولا:

"یہ تو چند ہی جھٹکوں میں چل بسا ہے۔ اس کی تلاشی لے کر سارا مال نکال لو۔"

پہلے ٹھگ نے عنبر کی جیبیں ٹٹولنا شروع کر دیں۔ یکایک عنبر نے آنکھیں کھول کر آہستہ سے کہا:

"جانے دے یار۔ کیوں مردے کی بے حرمتی کرتا ہے۔ آرام سے مرنے بھی نہیں دیتے ہو۔"

ٹھگ کے منہ سے تو چیخ نکل گئی۔ عنبر نے دوبارہ آنکھیں بند کر کے سانس روک لیا تھا۔ دوسرے امریکی ٹھگ نے چیخ سنی تو گھبرا کر کہا:

"ارے کیا ہوا چیخ کیوں ماری تھی تم نے؟"

امریکی ٹھگ نے لرزتے ہوئے عنبر کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور بڑی مشکل سے کہا:

"رچرڈ۔ وہ مرا نہیں ہے زندہ ہے اس نے ابھی مجھ

سے بات کی تھی۔"

"زندہ ہے؟" رچرڈ ٹھگ نے حیرت سے کہا۔ "یہ کس طرح ہو سکتا ہے میرا جھٹکا تو سؤر کی گردن بھی توڑ دیتا ہے۔"

یہ کہہ کر رچرڈ آگے آیا اس نے عنبر کے سینے پر سر رکھا مگر دل دھڑکنے کی آواز نہ سنائی دی۔ عنبر نے تو سانس روک رکھا تھا۔ رچرڈ نے قہقہہ لگا کر کہا:

"یہ تو ایک دم مرا پڑا ہے ارے تمہیں وہم ہوا ہوگا۔ اس کی جیب سے رقم نکال کر تہہ خانے میں آ جانا۔"

رچرڈ گرجے کے اندر بنے خفیہ تہہ خانے میں چلا گیا۔ امریکی ٹھگ پہلے تو ڈرتا رہا پھر سوچا میرا وہم ہوگا بھلا لاش کس طرح بول سکتی ہے۔ ہمت کر کے آگے بڑھا اور عنبر کی جیب سے سونے کے سکے نکالنے لگا۔ عنبر نے جھٹ آنکھیں کھول کر اسے گھورتے ہوئے کہا:

"یار تم پیچھا نہیں چھوڑتے۔ لاش کا احترام کرنا نہیں سیکھا۔ میں بڑا کنجوس آدمی تھا۔ مرنے کے بعد بھی جب تم میری جیب میں ہاتھ ڈالتے ہو تو میں زندہ ہو جاتا ہوں ہاتھ نکالو ابھی مر جاؤں گا۔"

امریکی ٹھگ کا جسم خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ رچرڈ نے غصے سے کہا:

"یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ احمق کی اولاد۔ وہ کس طرح زندہ ہو سکتا ہے آؤ ذرا مجھے دکھاؤ۔"

دونوں ٹھگ اوپر آ گئے۔ عنبر اسی طرح آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ رچرڈ نے گرم ہو کر کہا:

"الو کے پٹھے۔ اگر یہ مرا نہ ہوتا تو کیا اس طرح یہاں پڑا رہتا۔ لگتا ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

ٹھگ نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ حلق میں پھنس گئے۔ اب رچرڈ آگے بڑھا کہ عنبر کی جیب سے سکے نکال لے۔ عنبر بدستور مچلا بنا رہا۔ رچرڈ نے اس کی جیب سے سونے کے سکے نکال لیے اور قہقہہ مار کر بولا:

"واہ۔ یہ مسافر تو خاصا مال دار نکلا۔ آج بڑی مبارک رات ہے بڑا مال ہاتھ آیا ہے۔"

اسی وقت عنبر نے آنکھیں کھولیں اور اٹھتا ہوا بولا:

"لاش کا مال چراتے ہو۔ شرم نہیں آتی تمہیں۔ لاؤ میرے سکے واپس کرو۔"

رچرڈ کا تو منہ کھل گیا۔ دوسرے ٹھگ نے بھاگنا چاہا مگر ٹانگوں نے جواب دے دیا۔ رچرڈ نے کانپتی آواز میں کہا:

"تم زندہ ہو؟"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"میں تمہارا خون پینے کے لیے زندہ ہوا ہوں۔ مجھ
کا خون بڑا مزے دار لگتا ہے۔"

رچرڈ نے بھاگنا چاہا مگر عنبر نے قابو کر لیا اور
سر پر ایسا مکا مارا کہ وہ خربوزے کی طرح ٹکڑے
گیا۔ دوسرے ٹھگ نے اپنے ساتھی کا یہ حال دیک
اس کا رنگ سفید پڑ گیا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا:

"مجھے مت مارنا۔ تمہیں حضرت عیسیٰؑ کا واسطہ۔"

عنبر کے اٹھتے قدم رک گئے۔ اس نے کہا:

"میں مسلمان ہوں اور مسلمان حضرت عیسیٰؑ کا احتر
ہیں۔ عیسائی مذہب بھی یہی تعلیم دیتا ہے کہ نیک
اور گناہوں کو دل میں جگہ نہ دو۔ تم نے حضرت
علیہ السلام کا واسطہ دیا ہے۔ وہ اللہ کے نبی
مسلمان ان سے محبت کرتا اور عقیدت رکھتا ہے
تمہیں معاف کرتا ہوں مگر تم یہ وعدہ کرو کہ آئندہ
کام نہیں کرو گے اور سیدھی راہ پر چلو گے۔ نیک
اچھے انسان کا بڑا رتبہ ہوتا ہے۔"

ٹھگ نے سر جھکا کر کہا:

"مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں۔ خداوند انہیں معاف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئندہ میں کبھی بڑا کام نہیں کروں گا۔ بڑے کا کام بڑا انجام ہوتا ہے۔"

ٹھگ چلا گیا۔ عنبر بھی گرجے سے نکل آیا اور کچی سڑک پر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ دور تک پر ہول سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ عنبر چلا جا رہا تھا کہ اسے پیچھے سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے مڑ کر دیکھا۔ چاندنی رات میں کچی سڑک پر ایک بگھی چلی آ رہی ہے جسے دو شاندار کالے گھوڑے کھینچ رہے ہیں!!

◎

- اس کے بعد کیا ہوا؟
- عنبر خون پینے والے ڈریکولا کے پنجے میں پھنستا ہے۔
- ناگ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے؟
- کیا ماریا کو اپنی خفیہ طاقتیں واپس مل سکیں؟

ان سوالات کے جوابات آپ کو اسی سیریز کی اگلی قسط "عقرب دیوتا کا پجاری" میں ملیں گے۔

نیا مکتبہ اقرأ کا

عمران سیریز

عمران، بلیک زیرو صفدر اور جولیا کے کارنامے

موت کی نیند	۵/-	آئرن کرٹن نمبر۱	۹/-
آپریشن زیرولینڈ	۶/-	آئرن کرٹن نمبر۲	۹/-
فرشتے کی موت	۶/۵۰	سورج کی تلاش نمبر۱	۶/-
شیطان کی ہنسی	۶/-	سورج کی تلاش نمبر۲	۶/-
دھوئیں کی لکیر	۶/۵۰	سازش کا جال	۹/-
مٹی کا خلا	۶/۵۰	پانچواں آدمی	
ماضی کی تلاش	۶/۵۰	دوزخ سے واپسی	
ڈیتھ آف عمران	۶/۵۰	فولاد کے ہاتھ	
مہذب بھیڑیئے	۶/۵۰		
نیویارک کی چیخ نمبر۱	۶/-		
نیویارک کی چیخ نمبر۲	۶/-		

نیا مکتبہ اقرأ۔ ۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور